بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

توحید

از

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

besturdubooks.wordpress.com

توحید

آریوں نے مسلمانوں پر یہ الزام لگا کر "وہ نیستی سے ہستی کے پیدا ہونے کے قائل ہیں" اپنا ایک خود تراشیدہ وہم یہ پیش کیا ہے کہ "عالم صرف خدا سے نہیں بلکہ مادہ سے بھی ظاہر ہوا ہے"۔ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس فطری یقین کو محفوظ رکھنے کے لئے کہ "ہستی، ہستی ہی سے پیدا ہوتی ہے" خدا کی ہستی کیوں کافی نہ تھی جو مادہ کے وجود کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہستی کو ہستی ہی سے پیدا ہونا چاہیئے یہی پیغمبروں کا مشاہدہ بھی ہے کہ موجودہ نظامِ ہستی اس ہستی سے ظاہر ہوا ہے جس کا نام خدا ہے، پھر خدا کے پہلو میں کسی فالتو ہستی (مادہ یا روح) کے اضافہ کی کیا ضرورت ہے؟ قرآنِ پاک میں توحید کے جہاں اور دلائل بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ زور اسی دلیل پر ہے کہ ہستی کی پیدائش کے لئے خدا یعنی ایک خود بخود ہستی کے ماننے کے لئے تو آدمی یقیناً مجبور ہے لیکن اس ہستی کے سوا کسی اور خود بخود ہستی کی ضرورت کیوں بتائی جاتی ہے؟ قرآن کا ارشاد ہے کہ کسی کے پاس کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

دلیل، کوئی شہادت ہو تو پیش کرے لہ

قل ائنکم تشھدون ان مع اللہ آلھۃ اخریٰ قل لا اشھد قل انما (یعنی پوچھیے! کیا تم مشرکین، اس کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

لہ ان لوگوں پر حیرت ہے جنہوں نے توحید جیسے آسان اور سہل مسئلہ کو طریقہ بحث کی غلطی سے خواہ مخواہ ایک پیچیدہ مسئلہ بنادیا۔ ورنہ قرآن نے اس سلسلہ میں جو فطری راہ پیش کی تھی فیصلہ کے لئے وہی کافی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ شرک و توحید پر بحث کرنے سے پیشتر یہ طے کرلینا چاہیئے۔ کہ ان دونوں دعووں میں کس دعویٰ کی حیثیت اثبات کی ہے اور کس کی حیثیت انکار کی ہے ظاہر ہے کہ ایک خدا کو مان کر مشرک ہی دوسرے خدا کا اضافہ کرنا چاہتا ہے پس مدعی تو مشرک ہی ہے رہا موحد تو اس کا مقام صرف انکار کا مقام ہے یعنی مشرک کے اضافہ کردہ خدا کا وہ صرف انکار کرنا چاہتا ہے۔ بحث و تحقیق کا عام قاعدہ ہے کہ صرف مدعی ہی پر بارِ ثبوت ہے، منکر کے لئے صرف انکار کافی ہے۔ افسوس ہے کہ قرآن نے توحید کے باب میں یہی فطری راہ پیش کی تھی لیکن ہمارے متکلمین کا ایک گروہ بلا وجہ مدعی بن بیٹھا اور محض اس غلط طریقہ کار کی وجہ سے ان کو تمانع وغیرہ اقناعی دلائل پیش کرنے پڑے اور لطف یہ ہے کہ توڑ مروڑ کر قرآنی آیتوں کو بھی ان خود ساختہ دلائل پر منطبق کرنا پڑا۔ جس دلیل کا نام متکلمین نے "برہان تمانع" رکھا ہے اور قرآن کی جس آیت سے وہ اسے نکالنا چاہتے ہیں آئندہ اوراق میں اس آیت کی ایک جدید توجیہ آپکو نظر آئے گی۔ ضرورت ہے کہ اس پر خاص توجہ کی جائے۔ ۱۲۔ لہ اثباتِ توحید کی دلیل میں متکلمین یہ کہتے ہیں کہ اگر واجب الوجود دو ہوں تو انکے درمیان کبھی نہ کبھی اختلاف پیدا ہوسکتا ہے اور جب دو متضاد مقاصد بیک وقت پورے ہوں گے نہیں تو لامحالہ ایک غالب آئیگا جو غالب آئیگا وہی حقیقی معنوں میں واجب الوجود ہے اسکو برہان تمانع کہتے ہیں۔

(مرتب)

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝

(کوئی اور معبود بھی ہے، اے پیغمبر کہیے کہ میرے پاس اس کی شہادت نہیں ہے اور کہیئے کہ وہ تو یکتا واحد معبود ہے اور بلا شبہ ہم ان سے قطعاً جدا ہیں جنہیں تم اللہ کا ساجھی ٹھیراتے ہو)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ۝

(یہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے تراش لئے ہیں۔ اللہ نے اسکے متعلق کوئی دلیل نہیں اُتاری، یہ مشرکین صرف اٹکل پچو باتوں اور اپنی خواہش کے پیچھے چلے جارہے ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کی رہنمائی ان کے سامنے آچکی ہے)

ایک اور جگہ مسلمانوں سے چیلنج دلایا گیا ہے کہ ان کے فالتو معبودوں کے متعلق ان مشرکین کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍ ۢ بَیِّنٍ ؕ

(یعنی ہماری قوم کے لوگوں نے اللہ کے سوا جو معبود بنا لیئے ہیں کیوں نہیں وہ کوئی کھلی دلیل اس پر لاتے ہیں۔)

توحید کے سلسلہ میں قرآن کا لازوال اور لاجواب مطالبہ

بہرحال اسی مسلک کیطرف قرآن نے اعلان کیا ہے کہ :۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ومن یدع مع اللہ الٰھا آخر لا برھان لہٗ ط (اور خدا کے سوا جو دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے)۔

توحید کے متعلق قرآن اس ٹھوس مطالبہ سے بھرا ہوا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس مطالبہ کا نہ کوئی جواب کسی نے اب تک دیا ہے اور نہ کبھی دے سکتا سکتا ہے، صرف خیر و شر کی تقسیم سے مغالطہ کھا کر قدیم ایرانی فلاسفروں کے ایک گروہ نے یزدان کے ساتھ اہرمن کے وجود کے اضافہ کو عقل کا تقاضا ٹھہرانا چاہا ہے، اس مسئلہ پر ہم فلسفۂ غم کے تحت میں کافی بحث کریں گے لیکن پارسیوں سے آشنا اِس وقت بھی پوچھتے چلنا چاہیئے کہ تمہاری مراد خیر و شر سے کیا ہے؟ اگر خیر سے نفع بخش اور شر سے ضرر رساں چیزیں مراد ہیں تو کیا اس قسم کے خیر کا وجود شر سے علیحدہ ہو کر پایا جاتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو شاید شر کے لئے علیحدہ خالق کی تلاش ممکن بھی تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جس آگ سے ہمارے گھر جلتے ہیں اسی سے کھانا بھی پکتا ہے، اور جس پانی سے اناج پیدا ہوتا ہے اسی سے طوفانی مصائب بھی آتے ہیں اور علیٰ ہٰذا جس آفتاب کے نور و حرارت سے روشنی ملتی، توانائی پیدا ہوتی اور کھیتی پکتی ہے۔ اُسی کی حرارت سے کھیتیاں جھلس بھی جاتی ہیں۔

الحاصل ایک ہی چیز کے صحیح استعمال سے نفع بھی ہوتا ہے اور استعمالی غلطی سے وہی چیز شر بھی بن جاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اضداد کی باہمی آویزش توحید پر گواہ ہے

بہر حال جب خیر کا وجود شر سے علیحدہ ہو کر نہیں پایا جاتا ہے بلکہ استعمالی غلطی سے خیر ہی شر بن جاتا ہے تو ایک کے لئے دو خالق کی تلاش نہ صرف فضول بلکہ قطعاً غلط ہے۔ لہٰذا پارسیوں کے دو خداؤں میں سے بھی ایک اسی طرح فالتو ہو جاتا ہے، جس طرح آریوں کا مادہ اور روح، ہاں اگر بجائے خیر و شر کے یہ کہا جائے (اور غالباً ایرانی فلاسفہ کی یہی مراد بھی ہوگی) کہ نظامِ عالم کی بنیاد متضاد قوتوں پر مبنی نظر آتی ہے۔ نیستی کے ساتھ ہستی اور حیات کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے، حرارت کے ساتھ برودت اور رطوبت کے ساتھ یبوست، علیٰ ہذا سکون کے ساتھ حرکت اور ضعف کے ساتھ قوت کے مظاہرے یہاں ہر آن اور ہر لمحہ دیکھے جاتے ہیں تو ان تماشوں کا کون انکار کر سکتا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ مظاہرِ فطرت میں شاید ہی کوئی ایسی صفت ہوگی جس کی ضد یہاں موجود نہ ہو، لیکن کیا اس سے بجائے ایک کے دو کی ضرورت ثابت ہوتی ہے؟ تم اضداد کو دیکھتے ہو لیکن ان اضداد کی باہمی آویزشوں اور پیچیدہ پیوستگیوں سے آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہو۔ غور تو کرو! بے چاری عقل جو دو ضدوں کے باہمی اجتماع کو سوچ بھی نہیں سکتی، اسی کی پیٹھ پر کائنات کے ان غیر محدود و لامتناہی اضداد کی کثرتوں کے اجتماع کے بوجھ کو کیسے لادا جا سکتا ہے جب تک کہ کسی شیرازۂ وحدت کے ساتھ انہیں جکڑا نہ جائے؟ قرآن نے اسی حقیقت کی طرف ان لفظوں

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

میں اشارہ کیا ہے۔

وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلٰی بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ

اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی مخلوق کو (یا ہر الٰہ اپنے مظاہر و آثار کو) لے بھاگتا اور (بجائے آویزش و ترکیب کے) ایک دوسرے پر چڑھ جاتے۔

اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو ہستی کے جس نظام کی بنیاد انھیں اضداد پر قائم ہے کیا وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی قائم رہ سکتا تھا؟ رطوبت کے مظہر پانی کو یا حرارت کے مظہر آگ کو الغرض اس قسم کے اضداد کے مظاہر میں سے کسی ایک چیز کو نکال لو! تو کیا پھر یہ دنیا یہی دنیا رہ سکتی ہے؟ قرآن میں وحی کا اگر یہ تجربہ پیش کیا گیا ہے کہ

لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا

(یعنی اگر آسمان و زمین میں خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں برباد ہو جاتے)۔

خود غور کرنا چاہیئے کہ پیغمبروں کے اس مشاہدہ کے سوا کیا عقل کچھ اور بھی سوچ سکتی یا مان سکتی ہے؟ بلاشبہ ہم سے وہی منوایا گیا جس کے سوا ہم کچھ مان ہی نہیں سکتے اور وہی سمجھایا گیا جس کے سوا ہم کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اضداد کے جس ایرانی فلسفہ کو پیغمبروں کے تجربۂ توحید میں شک اندازی کے لئے پیش کیا گیا تھا کیسی عجیب بات ہے کہ یہی فلسفہ اُلٹ کر شرک کے گلے کا پھندا بن گیا اور لے دے کر توحید کے

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

دشمنوں کے ہاتھ میں یہی ایک حربہ تھا۔ آخر اضداد کا یہ مجموعہ جو باہم اتنی سختیوں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے، موحّد اگر اسے جکڑا ہوا مانتا ہے تو کیا بکھرا ہوا ماننے؟ سچ کو جھوٹ نہیں بنایا جا سکتا اور بلاشبہ، وحی اور نبوّت کے تجربات اور مشاہدات کا انکار بغیر اس کے ہو نہیں سکتا۔ قرآن نے سچ فرمایا ہے:۔

ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہٗ۔ (یعنی ابراہیم کی ملّت "دینِ اسلام" اور دینِ فطرت سے وہی کترا سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو احمق و سفیہ بنا لیا ہو)

پارسیوں کو اپنی کتاب کا صحیح علم نہیں ہے ورنہ قرآن کی اس آیت کا ترجمہ ان کو اپنی کتابوں میں بھی ملتا، ژنداوستا میں زرتشترا کی طرف یہ عبارت منسوب کی گئی ہے:۔

"نیک اندیشوں اور سچّے خیال والوں کے نزدیک اہرمزدرا، ربّ دوجہاں ہے، جو لوگ بتوں کے خیال میں منہمک رہتے ہیں اور مشرک ہیں یا وہ جو شرارت یا بدنفسی میں مبتلا رہتے ہیں رذیل ہیں۔"

(ژنداوستا حصّہ پاسا)

الحاصل حق سبحانہ، تعالیٰ کا خود بخود موجود ہونا، ہمیشہ ہمیشہ سے ہونا، ایک ہونا، نبوّت کے یہ ایسے روشن تجربات ہیں جن کے اقرار پر وہ بھی مجبور ہیں جو بے دیکھے بے جانے خدا کا بلاوجہ انکار کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی لئے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

نے کہا تھا کہ ان حدود تک مذہب اور لامذہبیت میں کوئی اختلاف نہیں پیغمبروں سے جو باغی ہیں ان کو بھی یہی ماننا پڑتا ہے اور ایمان لانے والوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

مسئلۂ صفاتِ باری تعالیٰ یہی مسئلہ خدا پرستوں اور منکروں کے درمیان خطِ اختلاف ہے بہرحال مادّہ اور خدا کے متعلق یہاں تک جتنے جھگڑے ہیں صرف لفظوں کی لڑائی ہے۔ البتہ اس کے بعد پیغمبرانہ تجربات نے حق تعالیٰ کے لامحدود کمالات اور صفاتِ اعلیٰ یا اسماءِ حُسنیٰ کے متعلق جن واقعات کا مشاہدہ اور علم حاصل کیا ہے حقیقی اختلاف کی سرحد یہیں سے شروع ہوتی ہے اور دراصل پیغمبروں اور دہریوں کی بحث کا اصل خطِ جنگ یہی ہے انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ ہے کہ جس خود بخود ہستی کی یہ عالم نمائش گاہ ہے وہ ان تمام کمالات سے موصوف ہے، جن کو ہم کائنات کے طویل و عریض سلسلہ میں مختلف نوعیتوں کے ساتھ مختلف پیمانوں پر مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مثلاً یہاں زندگی، حیات، علم، بینائی، شنوائی ارادہ، قدرت، اختیار، قوّت اور اسی قسم کے جتنے کمالات اور فیوض ہیں جن کی غیر محدود موجیں مختلف صورتوں سے محسوسات کے مختلف مظاہر میں چاروں طرف سے اُبل رہی ہیں، پیغمبروں کا دعویٰ ہے کہ ان ہی کمالات کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی شان اعلیٰ کے مطابق موصوف ہیں، لیکن مادہ پرست، منکرِ مذہب، اس کے برخلاف مدعی، اور صرف مدعی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ یہ تفصیل معلوم ہو چکا ہے کہ سرچشمۂ صفات تک عقل وحواس کے ذریعہ سے رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ بہرحال مادہ پرستوں ومنکرینِ خدا کا یہ گروہ بے دیکھے، بے جانے، بے سمجھے اپنے اس وہم میں گرفتار ہے کہ وہ خودبخود ہستی جس پر نظام کائنات کی انتہا ہوتی ہے ان کمالات سے مفلس وعاری ہے اور اسی لئے انہوں نے اپنے آپ کو پیغمبروں سے جُدا کرنے کے لئے اس خودبخود ہستی کا نام بجائے خدا کے مادّہ رکھ لیا ہے۔ مادہ کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ خودبخود ہستی جس پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہے اور ان تمام کمالات سے وہ معرا ہے جو خدا کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی جن دلیلوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اثباتِ خدا کے دلائل ہیں دراصل اُن کا زیادہ تر تعلق صفات ہی کے اثبات سے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرآنی روشنی میں نبوت کے اس مشاہدہ اور تجربہ کے متعلق یہ دکھاؤں کہ عقل وفطرت میں بھی ان دعوں میں سے کس دعوے کے ماننے کی گنجائش ہے اور کس کے انکار پر ہم مجبور ہیں۔

نابود کے نمود کا دعوئے غلط

مسئلہ صفات کے متعلق مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحؒ نے یہ عجیب وغریب سوال پیش کیا ہے کہ

"نہ تھا تو ہوا کہاں سے"

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم جن کمالات واوصاف کو ہستی کے مختلف مظاہر میں محسوس کر رہے ہیں مثلاً ارادہ، اختیار، حیات، علم، بینائی

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

شنوائی، قدرت وغیرہ کے متعلق مادہ پرستوں کا یہ وہم یعنی بغیر جانے ہوئے یہ ادعا ہے کہ ابتداء میں ہستی ان کمالات سے بالکل مفلس تھی، اس میں نہ زندگی تھی نہ علم تھا، نہ ارادہ، نہ شعور، غرض کچھ نہ تھا، پھر رفتہ رفتہ ارتقاء کے مختلف مدارج کو خود بخود طے کرتے ہوئے ان نابود اور معدوم صفات کا اس میں نمود اور بود شروع ہوا جس کا حاصل یہی ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک جو نہ تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے، سوچنا چاہیئے کہ وہی عقل جو نیست محض کے ہست ہونے کو سوچ نہیں سکتی تھی، جس کے نزدیک نیستی سے ہستی کی پیدائش ایک ناقابلِ تصور خیال تھا، اسی عقل اور اسی فطرت میں کیا یہ عجیب وغریب دعویٰ سما سکتا ہے کہ جو نہ تھا اس کے ہونے کا یقین کرے، آخر جس میں زندگی نہ تھی اس سے زندگی، جس میں علم نہ تھا اس میں علم، جس میں ارادہ نہ تھا اس سے ارادہ، جس میں اختیار نہ تھا اس سے اختیار، جس میں قدرت نہ تھی اس سے قدرت نکلنے کے کیا یہی معنی نہ ہوئے کہ جو نہ تھا وہ ہوا، جو نیستی تھی وہ ہستی بنی؟[1] سچ یہ ہے کہ انسان جب تک اپنی موجودہ عقل اور

---

[1] پروفیسر اسٹارٹ ذہنی صفات کی نیرنگیوں کا اندازہ کرتے ہوئے اس بے ربطی کو جو مادہ اور ذہنی مظاہر میں ہے ان الفاظ میں ادا کرتا ہے، جہاں کہیں سے بھی ذہن شروع ہوتا ہوا سمجھا جائے۔ وہ اس طرح ناگہانی طور پر نمودار ہوتا ہے جس طرح طپنچہ سے گولی جو طپنچہ میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ ذہن کا مادہ سے پیدا ہونا مادی دنیا میں فطرت کے سارے نظام کے منافی و مناقض ہے، یہ گویا عدم سے وجود کی تخلیق کے معجزہ کا قائل ہونا ہے۔ (کتاب مائنڈ اینڈ منیٹر ص۱۱، ص۱۱۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

فطرت کو برباد نہ کرے اس وہمی دعوے کے آگے سر جھکانے کے لئے کسی طرح آمادہ نہیں ہو سکتا، کسی نے کہا ہے کہ "لامذہبیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان میں لاعقلیت پیدا ہو جائے"۔ اب آؤ اس کے مقابلہ میں ان تجربات اور مکاشفات کو سنو جو دنیا کے ہر خطہ اور ہر آبادی کے برگزیدہ اور راست باز انسانوں نے اُن انسانوں نے پیش کئے ہیں جن پر فطرتِ انسانی نے سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے، یعنی وحی اور نبوّت والوں کا ارشاد سنو، ابھی اس سے بحث نہیں کہ زندگی کیا چیز ہے؟ علم کی حقیقت کیا ہے؟ ارادہ کی کیا تعریف ہے؟ لیکن اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ ہستی کے یہ وہ اوصاف ہیں جنہیں وجود کا کمال اور اس کی خوبی سمجھی جاتی ہے، جس سے بینائی جاتی رہتی ہے ہم اس اندھے کو ناقص کہتے ہیں، یہی حال تمام کمالات کا ہے۔

بود ہی کی نمود ہے

بہرحال پیغمبروں کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان جن چیزوں کو کمال سمجھتا ہے یا کمال سمجھ سکتا ہے، کائنات کا بنیادی وجود ان تمام کمالات سے ازلاً اور ہمیشہ سے موصوف ہے مطلب کیا ہے؟ یہی کہ ہمارے سامنے "نابود" کی "نمود" نہیں بلکہ "بود" ہی کی نمود" اور "بود" ہو رہی ہے، جو نہ تھا وہ نہیں ہوا بلکہ جو تھا وہی ہوا اور وہی ہو رہا ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ "جو تھا وہی ہوا اور وہی ہو رہا ہے" عقل کے لئے اس کا ماننا آسان ہے یا "جو نہ تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے" اس دشوار اور جھوٹی حقیقت کو فطرت اپنے اندر اُتار سکتی ہے؟ اس مسخرے نے سچ کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

تھا کہ میں بھینس سے انڈا اور انڈے سے روغن گل اور روغن گل کے ساتھ کل دوائیں بھینس کے انڈے سے کس طرح نکالوں؟ مگر مادہ پرست اسی کے ماننے پر آدمی کو مجبور کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہی عقل کی بات ہے، سوچو کیا اس سے بڑے درجہ کی بھی کوئی سفاہت اور دیوانگی ہو سکتی ہے؟

تمام صفات کا ظہور ذاتِ واحد سے ہے!

"الحمد للہ رب العالمین" قرآن مجید کی پہلی سورت، فاتحہ کی پہلی آیت ہے جس میں بجائے ذات کے (جو متفقہ مسئلہ ہے) خدا کی صفات کے اثبات سے مذہب کے درس کی ابتداء کی گئی ہے کیونکہ مذہبیت ولامذہبیت کے اختلاف کا پہلا اصولی نقطہ جیسا کہ معلوم ہو چکا یہی ہے[۱]۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس کسی کی جہاں کہیں بھی کوئی تعریف وستائش کی جائے وہ اسی اللہ کے لئے ہے جو عالمین (یعنی تمام وہ چیزیں جو ہمارے علم کی گرفت میں آ رہی ہیں) کی تربیت کرنے والا ہے یعنی

---

[۱] اسی مقام سے اس راز کا انکشاف ہو سکتا ہے کہ قرآن نے اپنے درس کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کیوں کی؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا ذات کی حد تک تو خدا کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے، دونوں ہی عالم کے اس نظام کو ایک خودبخود ہستی کا نظام مانتے ہیں۔ لا اسی خودبخود ہستی اس نظام کو ختم کرتے ہیں، پس مانی ہوئی چیزیں منوانے کی حاجت ہی کیا تھی، اختلاف کا نقطہ تو صفات سے شروع ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے اسی سے اپنی بحث کا آغاز کیا۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

بتدریج کسی کمالِ الٰہی کا اسے مظہر بنا رہا ہے، مثلاً ایک نطفہ میں بتدریج اُن کمالات کی نمائش کرتا ہے جسے ہم انسانی کمالات کہتے ہیں۔ لوگ جب ابتداءً میں قرآن کے اس دعوے کو سنتے ہیں تو انھیں حیرت ہوتی ہے کیونکہ اس دنیا کا ہر ذرہ کوئی نہ کوئی کمال رکھتا ہے اور ہر ایک اپنے کمال کے مطابق سراہا جاتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ سارے کمالات اور ان کمالات کی ساری تعریفیں خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہیں ایک عجیب سی بات ہے۔ لیکن بات سمجھی نہیں گئی یہی تو قرآن پوچھنا چاہتا ہے کہ ہستی کے ہر ذرّہ میں جن کمالات اور خوبیوں کی نمائش ہو رہی ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ نہ تھے اور ہو گئے ہیں؟ کیا تمہاری عقل اس بات کو سوچ سکتی ہے کہ نیستی سے ہستی بنی؟ پس جب ایسا نہیں ہے تو یقین کرو کہ جہاں کہیں، جس کسی میں جب کوئی ایسا کمال نظر آتا ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے تو ان سب کا مرجع اور سرچشمہ وہی ازلی وجود ہے جو ان کمالات سے ازلاً و ابداً موصوف تھا اور ہے، اور جو ہمارے تمام محسوسات و معلومات (عالمین) کے آئینہ میں اپنے کمالات کو مختلف طریقوں سے چمکا رہا ہے اور وہ، جو کائنات کے ہر ذرّہ کی ستائش و حمد کے گیت گاتے ہیں لیکن اپنی بدعقلی سے جو ان کا بنیادی وجود اور حقیقی سرچشمہ ہے اس کا مادّہ نام رکھ کر ہر قسم کے کمالات سے اسے بے بہرہ سمجھتے ہیں یا سمجھنا چاہتے ہیں صرف یہی نہیں کہ جو نہ تھا اس کے ہونے کا دعویٰ کر کے انسان کے اندرونی احساسات کو زیر و زبر کر رہے ہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو فطرت پر اُن کے جاہلانہ مظالم کا سلسلہ بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

وسیع نظر آئے گا۔

مثلاً

اونٹ کے گزرنے کے لئے صرف یہ کہہ دینا کہ سوراخ موجود تھا اس لئے گزر گیا، کیا عقل کی تسلیم کے لئے اتنا کافی ہے؟ عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ سوئی کے ناکہ میں بھی چونکہ سوراخ موجود ہے اس لئے اونٹ کو اس سے گزر جانا چاہیئے؟ اس کی تسلیم سے عقل کیوں سرتابی کرتی ہے؟ ظاہر ہے کہ سبب و مسبّب اثر و مؤثر میں کوئی تناسب نہیں ہے، پھر سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گزر جانے پر اصرارِ عقل کے ساتھ اگر ظالمانہ چیرہ دستی ہے تو کیا یہی ظلم عقلِ انسانی پر وہ نہیں کر رہے ہیں جو ہر قسم کے کمالات سے مفلس مادہ سے کائنات کے اس محیر العقول حیرت ناک نظام کو نکالنا چاہتے ہیں؟ آسمان وزمین، ثوابت وسیارے، دریا، پہاڑ، حیوانات وانسان وغیرہ کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ یہ سب کہاں سے آئے؟ اب جو اس کے جواب میں مجبور ولاچار بے علم وبے جان مادہ کا نام بغیر کسی مشاہدہ اور تجربہ کے لیتا ہے۔ بتاؤ اس نے اپنی عقل پر پتھر مارا، یا جو اپنے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر خدائے قادر وتوانا کا نام جپتا ہے اس نے ہماری فہم کے فطری قوانین کے ساتھ انصاف کیا؟ قرآن اپنے مختلف صفحات میں تناسب کے اس قانون پر غور کرنے کے لئے کہتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی اثر اور معلول کے لئے کسی مؤثر کسی علت کا صرف فرض کر لینا کافی نہیں بلکہ علت ومعلول اور اثر ومؤثر میں تناسب کا لحاظ بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ضروری ہے۔ کسی مجذوب نے سچ کہا تھا کہ" تم انگور سے ہاتھی کب تک ٹپکاؤ گے"۔

تخلیقی نظم خود وحدت پر گواہ ہے!

کیسی عجیب بات ہے کہ اس عالم میں دیکھتے ہیں کہ آنکھیں بن رہی ہیں چند خاص پردوں کے ساتھ بن رہی ہیں، ہر پردہ خاص قوانین کے تحت بن رہا ہے، یہی آنکھیں حیوانات میں بھی بن رہی ہیں، انسانوں میں بھی بن رہی ہیں، امریکہ میں بھی بن رہی ہیں، ایشیا میں بھی بن رہی ہیں ہر جگہ ہر پردہ اپنے قوانین کے تحت بن رہا ہے الغرض جس چیز کو دیکھو گے اس میں ایک خاص قسم کی ترکیب، یکسانیت اور ہمواری نظر آئے گی، اور کیسی ترتیب، کیسی ہمواری؟ بقول بعض "فطرت کے قوانین کیا ہیں، ایک بلیغ نظم، ایک ایسا موزوں شعر کہ اگر اس کا ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے نکال دیا جائے تو سارا نظم شعری ہی بگڑ جاتا ہے" یہی حال اس عالم کا ہے کسی ایک چیز کو نکال کر دیکھو اور اندازہ کرو، بہرحال پوچھا جاتا ہے کہ یہ کس کی قدرت کے کرشمے ہیں؟ اب عقل کے ساتھ کیا یہ تمسخر نہیں ہے کہ اس کے جواب میں اس کا نام لیا جائے جس کو ہر قسم کی قدرت سے مفلس فرض کیا جاتا ہے۔

" أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ "

آفتاب نکلتا ہے یا زمین گھومتی ہے، جو طریقۂ تعبیر بھی اختیار کیا جائے، بہرحال ٹھیک چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں یہ یومیہ دورہ ختم ہو جاتا ہے اور تین سو

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

پینسٹھ دن اور کچھ منٹ وغیرہ میں یہ سالانہ گردش پوری ہوتی ہے، اور جس وقت تک کی تاریخ ہمارے پاس موجود ہے معلوم ہے کہ اس وقت سے یہی ہوتا رہا ہے اور اب بھی یہی ہو رہا ہے اور ایک آفتاب اور زمین ہی کیا، عالم کی ہر چیز چند ایسے اٹل قوانین کی گرفت میں جکڑی ہوئی ہے کہ آج ان ہی کے استحکام پر ہمارے تمام علوم وفنون کی بنیاد ہے، پوچھا جاتا ہے کہ ان دقیق نازک، مضبوط اور مستحکم ہمہ گیر قوانین کی باگ کس کے ہاتھ میں ہے؟ قرآن پاک اس کے جواب میں کہتا ہے۔

ذٰلِكَ تقدیر العزیز العلیم ۔ (یہ سب اس کے ناپنے اور جانچنے کا نتیجہ ہے جو ہر چیز پر غالب اور علم والا ہے)

بتاؤ انسانی عقل کی تشنگی اس سے بجھتی ہے، یا اس جواب سے کہ کہا جائے:

"ذٰلِكَ اتفاق المجبور الجاهل" (یہ ایک لاچار اور علم وقدرت سے یکسر عاری مادہ کے اتفاقی اثرات کا نتیجہ ہے)

اور سچ یہ ہے کہ اس قسم کی مضحکہ انگیز حماقتوں کا صدور ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے فطرت اور اس کے نازک استوار قوانین پر کبھی غور ہی نہیں کیا یا جن کی زندگی صرف فسق وفجور، مسخرگی اور اوباشی میں گزری ہو، ورنہ سچے سوچنے والوں نے ہمیشہ یہی کہا جیسے پیغمبروں نے دیکھا، عہد جدید کا سب سے بڑا مفکر نیوٹن جس نے اپنے ایک معلوم کردہ قانون کے ذریعہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

انسانی سمجھ کا رُخ پھیر دیا تھا، قانون جذب و کشش کی تشریح کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"کائنات کے اجزاء میں باوجود ہزاروں انقلاباتِ زمان و مکان کے جو ترتیب اور تناسب ہے وہ ممکن نہیں کہ بغیر کسی ایسی ذات کے پایا جاسکے جو سب سے اوّل صاحبِ علم و ارادہ و با اختیار ہو۔"

"فقُطِعَ دَابِرُ القوم الّذین ظلموا و الحمد للّٰہ رَبّ العالمین ؕ۔

الحاصل نظامِ ہستی کا ایک خود بخود ہستی پر ختم ہونا، اس کا ہمیشہ ہمیشہ سے ہونا، ایک ہونا، اس کا ہر قسم کے اعلیٰ کمالات اور برتر و گرامی صفات سے موصوف ہونا ثابت ہوچکا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے متعلق پیغمبروں کے یہ ایسے ذاتی تجربے اور مشاہدے ہیں کہ عقلِ انسانی اس کے سوا کسی اور چیز کو مان بھی نہیں سکتی، اور یہی وجہ ہے کہ چند ماؤف العقل پیشہ ور فلسفیوں کے سوا فطرت بشری قریب قریب ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ایمان کے اس جزو کے ساتھ متفق رہی ہے۔ پروفیسر میکسمولر نے دُنیا کے قدیم آثار و شواہد کے مطالعہ اور جستجو کے بعد اسی بنیاد پر اپنے اس تاریخی فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ:۔

"ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے خدا کو اُس وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

جانا۔ جس وقت وہ اس کا شاید نام بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔"

خدا سے متعلق ایک اور سوال

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اصلی بحث اسی نقطہ پر ختم ہوجاتی ہے۔ لیکن وسواسی انسان اسی پر بس کرنا نہیں چاہتا وہ خدا کے متعلق کچھ اور سوالات بھی رکھتا ہے۔

دنیا کے عام مذاہب نے غالباً غیر ضروری سمجھ کر ان سوالات کو نہیں چھیڑا یا چھیڑا بھی تو اس کے مختلف پہلوؤں کو اتنا روشن نہیں کیا گیا جس کے وہ مستحق تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے مختلف زمانوں میں بجائے وحی و نبوّت کے عقل و حواس ہی کی اُس روشنی میں اِن سوالات کو حل کرنا چاہا جو ہمیشہ "عالمِ غیب" میں جا کر گُل ہوجاتی ہے۔ نظیروں اور مثالوں کی غلط رہنمائی نے مختلف غلطیوں کے خندقوں میں لوگوں کو گرا دیا، مگر قرآن جو غیبی حقائق کی تشریح کی آخری روشنی ہے اس نے وضاحت کے ساتھ اُن سوالات کو اٹھایا اور وہ جوابات دیئے ہیں جنہیں فطرت و عقل بے چینی کے ساتھ ڈھونڈھتی تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ کہا جائے گا، ممکن ہے کہ ڈھونڈھنے سے دوسرے مذاہب کی الہامی یادداشتوں میں بھی اس کے متعلق کچھ تسلی مل سکے لیکن جہاں تک میری جستجو کا تعلق ہے قرآنِ کریم کا بیان اس باب میں جتنا روشن ہے یقیناً یہ روشنی کسی دوسری جگہ میسّر نہیں آسکتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

پہلا سوال یہی ہے، مطلب یہ ہے کہ وجود کے سرچشمہ سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ جو گوناگوں موجیں علویات و سفلیات، جمادات و نباتات و حیوانات و انسان وغیرہ کی شکل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی آخران کی پیدائش کی نوعیت کیا ہے؟ اسی سوال کی اجمالی تعبیر یہ ہے کہ

"خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟"

تقریباً یہ سوال ہر اس دل میں پیدا ہوتا ہے جو اس عالم کی انتہا خدائے قدوس پر ختم کرتا ہے، بلاشبہ یہ ایک فطری سوال تھا لیکن اُسی کے ساتھ کیا یہ بھی غیر فطری راہ نہیں تھی کہ بجائے وحی و نبوت کے اس سوال کا جواب عقل و حواس سے طلب کیا جائے، انسان نے ظلم کیا کہ اپنے محدود معلومات و مشاہدات کو سامنے رکھ کر اس کا جواب دینا چاہا اس کے بعد غلط جوابوں کا جو طلسم قائم ہوا وہ عجیب و غریب تھا، اور یہی وہ طلسم ہے جس کی تعبیر مذہبی دنیا میں "مسئلۂ وحدۃ الوجود" سے کی جاتی ہے۔[1]

---

[1] تعبیروں کی غلطی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک قابلِ احترام سنجیدہ گروہ میں وحدۃ الوجود کا لفظ قریب قریب ہوّے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ابنِ خلدون جیسے متبحر انصاف پسند عالم نے اپنے مشہور علمی مقدمہ میں "وحدت الوجود" کی تشریح میں جو الفاظ نقل کئے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کائنات کی ان گوناگونیوں کو صوفیہ صرف نظر کا دھوکہ اور انسانی احساس کا ایک غیر واقعی تاثر قرار دیتے ہیں اس نے لکھا ہے کہ دنیا سے اگر انسان اور اس کے احساسات غائب ہو جائیں تو وحدت الوجود والوں کے نزدیک عالم کا یہ نظام بھی باقی نہ رہے گا۔ لکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ربطِ خالق و خلق یا مسئلہ وحدۃ الوجود

وحدۃ الوجود کے ایک تو سیدھے سادہ معنی یہ ہیں کہ نظام ہستی کی بنیاد دو وجودوں مثلاً یزداں و اہرمن یا خدا اور مادہ پر نہیں بلکہ صرف ایک خدا پر قائم ہے سب چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور اسی پر ختم ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ وحدت الوجود کا اگر یہی مطلب ہے تو خدا کے ماننے والوں میں ایسا کون ہے جو اس کا انکار کرسکتا ہے[لہ]۔ لیکن واقعہ یہ نہیں ہے۔ لوگ جواب کا تو ذکر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس جواب سے وہ کس سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں، پس جیسا کہ میں نے عرض کیا مسئلہ وحدۃ الوجود اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ "عالم ایک وجود سے پیدا ہوا ہے

کہ خواب میں خواب دیکھنے والوں کے نزدیک یہی حال بیداری کا بھی ہے اس کے الفاظ ہیں "یعتبرون ذلک بحال المنام فاذا انام وفقد الحس وفقد کل محسوس"۔ جب گھر والوں کی بدگمانیوں کا یہ حال ہو، تو غیروں کا کیا گلہ کیجیے آئندہ معلوم ہوگا کہ غلط فہمیوں کے سوا یہ اور کچھ نہیں ہے۔ ۱۲

لہ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وحدۃ الوجود کے یہ وہ معنی ہیں جس کے اقرار پر وہ بھی مجبور ہوئے ہیں جنہوں نے عالم کا سرچشمہ بجائے خدائے تعالیٰ حیّ و قیوم کے مادہ کو ٹھیرایا ہے۔ آخر مادہ پرستوں کا خیال اس کے سوا اور کیا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے صرف ایک ہی ہستی اور ایک ہی وجود یعنی مادہ ہی کی یہ نیرنگیاں ہیں بھلا اس سے بھی زیادہ کوئی بدیہی مسئلہ الٰہیات کا ہوسکتا ہے جس کے ماننے پر مادہ پرستوں کے دل و دماغ بھی مجبور ہیں۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

یاد دو سے ؟" بلکہ یہ مسئلہ دراصل اسی سوال کا جواب ہے جسے میں نے عنوان میں درج کیا ہے کہ" یعنی خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا ؟"

قبل اس کے کہ اس باب میں قرآنی تشریح کو پیش کروں، اُن غلط تاویلوں کا پیش کرنا مناسب ہے جن کی وجہ سے عموماً اس مسئلہ کی جانب سے لوگوں میں غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سوال کے متعلق تو معلوم ہو چکا وہ صرف اس قدر ہے کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ ظاہر ہے کہ انسان اور انسان کے علمی ذرائع، عقل و حواس، نہ اُس وقت موجود تھے جس وقت کائنات کی بنیاد پڑی، نہ اِس وقت عالم کے اس سرچشمہ تک ان کی رسائی ہے جہاں سے نت نئی ہستیاں مختلف صفات و کمالات کو لے لے کر برآمد ہو رہی ہیں اب جو صرف عقل و حواس کے ذریعہ اس سوال کو حل کرنا چاہے گا تو اس کے لئے بجز اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ اپنے محدود معلومات کو سامنے رکھ کر کچھ مثالوں اور تشبیہوں سے اس کا جواب دے اور یہی کیا بھی گیا مختلف نظیروں کو سامنے رکھ کر مختلف لوگوں نے جوابات دیئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

بعض غلط تشریحیں اور تشبیہیں

بعضوں نے کہا کہ (معاذاللہ) خدا کی مثال ایک انڈے کی سی تھی اور جس طرح انڈا پھوٹ کر مرغی بن جاتا ہے اسی طرح خدا بھی پھوٹ کر عالم بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کے فلسفۂ ویدانت کی تعبیر ہے وید کی ایک مشہور عبارت سے اس کی تائید پیش کی جاتی ہے، "یجروید" میں

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

لکھا ہے کہ :-

"اس پرماتما کی نابھی (ناف) سے درمیانی عالم سر سے
بالائی عالم، پاؤں سے زمین اور کانوں سے سمت بن
گئے اسی طرح وہ سب لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔"

(یجروید ادھیائے نمبر ۳۱)

یہ اور اسی قسم کی اور بھی تشبیہیں ہیں جو عوام الناس میں مشہور ہیں مثلاً خدا اور عالم کی باہمی نسبت کو کبھی دریا اور موج اور کبھی عنکبوت اور اس کے تار اور کبھی سیاہی اور حروف وغیرہ[1] سے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے جن سے بظاہر یہ خیال گزرتا ہے کہ ان تشبیہوں والے فلسفۂ ویدانت کی اتباع میں گویا اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ خدا یا اس کا کوئی حصہ عالم بن گیا ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ مکڑی جس طرح باہر سے نہیں بلکہ اندر سے رطوبت خارج کرتی ہے اور اسی سے اپنے ارد گرد جالا تنتی ہے، یوں ہی (معاذ اللہ) خدا نے بھی اپنے اندر سے بعض اجزاء خارج کئے ہیں ان ہی سے عالم بنایا، سیاہی اور حروف والے کہتے ہیں کہ مختلف حروف مثلاً الف با تا جو اگر چہ اپنی اپنی صورتوں اور خصوصیتوں کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں، لیکن سیاہی سب ہی میں مشترک ہے، یوں ہی جمادات و نباتات، حیوانات و انسان وغیرہ گو اپنی اپنی صورتوں اور خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف ہیں، لیکن خدا یا وجود ان سب میں مشترک ہے، بعض یوں بھی کہتے ہیں کہ اعداد کے مراتب اگرچہ مختلف ہیں لیکن اکائی سب میں مشترک ہے، یہی حال خدا کا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں خدا اور عالم کے صحیح تعلق کو واضح نہیں کرتیں، مکڑی والی تشبیہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

حالانکہ عیاذاً باللہ اگر ایسا واقعہ ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ خدائے کامل وقادر حیّ وقیوم آخر کیا ہوا کہ وہ خود بیٹھے بٹھائے بغیر کسی مجبوری کے ناقص و مجبور اور معذور بن گیا، دُکھ، درد، گندگی وناپاکی اور ہر قسم کے عیوب میں لتھڑ گیا، جو کامل تھا ناقص ہوگیا، جو زندہ تھا مُردہ بن گیا، پاک تھا، ناپاک ہوگیا؟ کیونکہ عالم اور اُس کے اجزاء کا تقریباً یہی حال ہے۔

معاذاللہ خدا غائب بلکہ اگر زیادہ غور کیا جائے تو گویا اس صورت میں یہ بھی لازم آتا ہے کہ جب تک عالم نہ تھا اس وقت تک تو خدا موجود تھا لیکن جب عالم پیدا ہوگیا تو خدا غائب ہوگیا، آخر مرغی یا درخت کے پیدا ہونے کے بعد کیا انڈا یا تخم باقی رہتا ہے؟

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لازم آتا ہے کہ خدا کو مختلف اجزائے مرکب سے مانا جائے۔ دریا اور موج والی مثال بھی اسی لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ دریا طول وعرض اور عمق رکھتا ہے اسی لئے تقسیم کو قبول کرتا ہے اور اسی لئے اس کے جس جزو میں ایک موج بنتی ہے وہ اس جزو سے مختلف ہوتا ہے جس پر دوسری موج کی ہیئت قائم ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا سیاہی کو حروف میں مشترک قرار دینا بھی مغالطہ ہے، سیاہی کے مختلف اجزاء اور قطرات سے مختلف حروف بنتے ہیں اسی لئے جس قطرہ سے مثلاً الف بنتا ہے وہ اس قطرہ سے مختلف ہوتا ہے، جس سے با تا وغیرہ حروف لکھے جاتے ہیں یوں ہی اعداد اکائیوں کے مجموعہ کا نام ضرور ہے لیکن دو میں اگر دو اکائی ہوتی ہیں تو تین میں تین، پھر کیا عالم میں بھی ہر ہستی کے ساتھ خدا کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے؟ دراصل یہ ناقص تشبیہات ہیں جن سے لوگ مغالطہ میں مبتلا ہوئے۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مذہب کا خدا ہی معدوم ہو گیا، وہ مذہب، مذہب اور دھرم کہلانے کا مستحق کس طرح ہو سکتا ہے؟ نہ معلوم ایسے مذاہب میں کس کی پوجا کی جاتی ہے اور کس کے احکام و قوانین کی پابندی کو فرض ٹھہرایا جاتا ہے۔

خدا کے ایک امر انتزاعی یعنی صرف مخلوق ذہنی ہونے کا نظریہ

اسی سلسلہ میں بعضوں کا بیان ہے کہ خدا ایک وجودِ کلی ہے اور عالم اس کی جزئیات و تفصیلات کا نام ہے اس کو یوں سمجھایا جاتا ہے کہ مثلاً انسان ایک کلی یا حقیقت مطلقہ ہے، جس طرح اس کا تحقیق یعنی پایا جانا زید و عمر وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے اسی طرح خدا بھی عالم کے مختلف افراد کی شکل میں رونما ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس تشبیہ کے لحاظ سے خدا کوئی واقعی ہستی باقی نہیں رہتا بلکہ جس طرح مختلف افراد مثلاً زید و عمر کے اشتراکی اوصاف کو پیش نظر رکھ کر ایک مفہوم مشترک ان سب سے پیدا کر لیا جاتا ہے جس کا وجود بجز ذہن کے اور کہیں نہیں ہوتا، گویا خدا بھی اسی طرح ہمارے ذہن کا ایک خود تراشیدہ مفہوم ہے، ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر خدا خالق نہیں بلکہ ہمارے ذہن کی ایک خود تراشیدہ مخلوق بن جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

معمار وکمہار وغیرہ کی تمثیل یا آریائی نظریہ اور اسکی لغویت

اس سوال کے حل کی ایک راہ وہ ہے جو گزشتہ مثالوں میں دکھائی گئی، اس کے مقابلہ میں ایک دوسری جماعت ہے جو اسی مسئلہ کا جواب اس مثال سے دینا چاہتی ہے کہ جس طرح صانع مصنوعات کو بناتا ہے، مثلاً معمار مکان، یا کمہار برتن بناتا ہے۔ گویا اسی طرح خدا نے عالم کو بنایا ہے۔ عوام کے ذہن میں عالم اور خدا کی باہمی نسبت کے متعلق کچھ اسی قسم کا خیال ہے۔ اس پر کھلا ہوا سوال ہوتا ہے کہ صانع مصنوع کو بغیر مادہ کے پیدا نہیں کرسکتا، کمہار بغیر مٹی کے، نجار بغیر لکڑی کے کیا اپنی صنعتی قوت کا اظہار کرسکتا ہے؟ اور جب خدا اسی طرح کا صانع ہے تو اس نے بغیر مادہ کے کس طرح عالم کو بنایا؟ ہندو فلاسفروں کی ایک جماعت نے اسی بنیاد پر یہ مان لیا کہ ابتدا میں صرف خدا نہ تھا بلکہ خدا کی طرح مادہ بھی خود بخود موجود تھا، اسی مادہ سے خدا نے عالم کو پیدا کیا۔ آریہ کے نام سے اس زمانہ میں ہندوؤں میں جو ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے اس نے قدیم ہندی فلسفہ کے اسی مکتب خیال کو اپنا مذہبی عقیدہ قرار دیا ہے۔

لیکن یہ خیال اتنا مہمل ہے کہ فلسفہ اور مذہب کی کسی جماعت میں بھی اس خیال نے اعتماد پیدا نہیں کیا، فلسفہ والے تو یہ کہتے ہیں کہ جب ابتداء میں مادہ کو مان لیا گیا تو اب عالم کی پیدائش کے لئے خدا کا وجود فالتو ہو جاتا ہے اسی لئے یورپ کے مادیین صرف اس کے قائل ہو گئے۔ اور مذاہب چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

توحید کے حامی ہیں اس لئے ان کے لئے مشکل ہے کہ مادّہ کو خدا کی مخلوقیت سے نکالیں کیونکہ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب مادّہ ہی خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے تو مادہ کی مختلف صورتیں جس کا نام عالم ہے اس کو خدائی مخلوق کہنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ پھر قطع نظر اس کے اگر عالم اور خدا میں نسبت مان لی جائے جو صانع اور مصنوع میں ہے تو ایک مشاہدہ ہے کہ صانع یعنی معمار کے مرجانے کے بعد مصنوع یعنی مکان معدوم نہیں ہوتا یعنی مصنوعات کے موجود اور پیدا ہوجانے کے بعد صانع کا وجود بے ضرورت ہو جاتا ہے پس اس نظریہ کی بنیاد پر کہ عالم کو خدا نے اس طرح پیدا کیا جیسے معمار مکان بناتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ پیدائش عالم کے لئے ممکن ہے کہ ابتداء میں دنیا کو خدا کی ضرورت ہو لیکن اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، حالانکہ تمام مذاہب عالم کو بہر نوع خدا کا محتاج ہر حال اور زمانہ میں قرار دیتے ہیں۔

جوابی تمثیلات سے گمراہی آئی

وہی سوال کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ اس کے وہ جوابات تو تم سن چکے، جو غیر اسلامی دائروں سے دیئے گئے اب آؤ اور دیکھو کہ قرآن اس کا کیا جواب دیتا ہے، قبل اس کے کہ قرآنی تصریحات کو پیش کروں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسئلہ کے اندر پیچیدگی کیوں پیدا ہوگئی؟ بات یہ ہے کہ انسان میں جہاں اور بہت سی فطری خصوصیات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ بغیر نظیر اور مثال کے کسی چیز کے ماننے میں اسے سخت دشواری پیش آتی ہے

besturdubooks.wordpress.com

یوں ماننے کے لئے کہا جائے تو جبراً قہراً آدمی سب ہی کچھ مان سکتا ہے اور مان لیتا ہے لیکن اطمینان و تشفی کے لئے وہ نمونہ اور مثال و نظیر کا بالکلیہ محتاج ہے اسی مسئلہ میں دیکھئے، واقعہ تو یہی ہے کہ مسلمان ہو یا ہندو، عیسائی ہو یا یہودی الغرض کسی مذہب کا آدمی ہو، نہ تو کوئی پیدائشِ عالم کے بعد خدا کو معدوم سمجھتا ہے نہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ گندگیوں نجاستوں اور عیوب و نقائص میں مبتلا ہو گیا ہے، حتیٰ کہ آریوں کے سوا کوئی سچا ہندو بھی یہ نہیں مانتا کہ مادۂ عالم کا خالق خدا نہیں ہے، بلکہ سب کے سب کائنات کی تمام کثرتوں کو ایک ہستیٔ واحد پر ختم کرتے ہیں، دنیا کے تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے۔ لیکن بایں ہمہ جب آفرینش عالم کی کیفیت کے متعلق سوال اٹھا تو انہوں نے غلط مثالوں اور نظیروں کے ذریعہ سے اس کو حل کرنا چاہا جن سے اُن پر ایسے الزامات قائم ہو گئے جن کے خود وہ قائل نہیں ہیں، ابھی "یجروید" کی عبارت گزری جس میں بظاہر خدا کو تخم فرض کر کے عالم کے درخت کو اُس سے اُگایا گیا ہے اس کے بعد لازم آتا تھا کہ پیدائش عالم کے بعد خدا غائب ہو گیا، لیکن یجروید کے اسی فقرہ کے آخر میں "اسی طرح وہ سب کو پیدا کرتا رہتا ہے"۔ اس کا اضافہ کر کے صاف صاف ظاہر کر دیا گیا کہ خدا، عالم کو پیدا کرنے کے بعد بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح اس سے پیشتر تھا۔

قرآن کا خاص طریقۂ تفہیم لیکن قرآن نے اس قسم کے مسائل میں رہنمائی بخشنے کے لئے ایک کلیہ ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے پیش کر دیا ہے۔ مشہور صوفی شاعر مغربی نے اس کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے :۔

چو نیست چشم دولت تا جمال او بینی
نگر بصورت خود تا مثال او بینی

ان کا اشارہ قرآن کی اس حقیقت کی طرف ہے کہ "خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ قرار دیا ہے"۔ میرے نزدیک "حدیث شریف" میں اسی کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ "خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ" مطلب یہ ہے کہ خدا کے افعال وصفات کی مثال اگر مل سکتی ہے تو باہر نہیں بلکہ آدمی کے اندر ہی کچھ مل سکتی ہے۔ مرزا بیدل نے سچ کہا ہے :۔

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو وسمن درآ
تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

خارجی مثالوں کے بجائے اپنے ذہنی تخلیقی کرشمہ میں غور و فکر کرو!

یہ اہم سوال کہ خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ اس کے جواب کے لئے بھی بجائے

لہ "پیدا کیا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر" واضح رہے کہ یہاں صورت سے مراد وہی ہے جو میں نے متن میں عرض کیا ہے کہ انسان اس عالم میں خدا کے افعال وصفات کا ایک نمونہ ہے نہ کہ معاذاللہ جسمانی اور مادی صورت، کہ وہ اس سے وراء الوراء ہے، نیز حدیثوں کے سوا یہ فقرہ بائیبل میں بھی پایا جاتا ہے۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

بیرونی مثالوں اور خارجی نظیروں کے یہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنے "تخلیقی افعال واعمال" پر غور کریں، عام مسلمانوں نے ایک حد تک یہی کیا بھی ہے، لیکن انہوں نے خلق (پیدا کرنا) اور صنعت (بنانا) میں فرق نہیں کیا، خدا کس طرح خلق کرتا یا پیدا کرتا ہے؟ اس سوال کو انہوں نے اس مثال سے حل کرنا چاہا کہ انسان کس طرح بناتا ہے، اور گو وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں کہ عالم اور خدا میں وہ نسبت ہے جو معمار اور مکان میں ہے (ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کو رکھنا چاہیئے کہ جس طرح عالم اپنی پیدائش میں خدا کا محتاج ہو اسی طرح اپنی بقا میں بھی ہر وقت ہر لحظہ وہ خدا کا دست نگر ہے) لیکن انہوں نے جو مثال دی ہے اس سے لازم آجاتا ہے کہ عالم صرف اپنے بننے میں خدا کا محتاج ہو، بننے کے بعد اب اُسے خدا کی اسی طرح ضرورت نہ رہی جس طرح مکان کو معمار کی نہیں رہتی ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ اگر کوئی اس سوال کو حل کرنا چاہتا ہے تو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ انسان اپنی "مخلوقات" کو کس طرح پیدا کرتا ہے؟ شاید لوگوں کو تعجب ہو کہ کیا انسان بھی کوئی چیز پیدا کرتا ہے یا کر سکتا ہے؟ آپ کو یاد ہوگا ان دروس کے ابتداء میں میں نے ہی آپ کو بتایا تھا کہ انسان صرف جان سکتا ہے، کسی چیز کے پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے، مگر سچ یہ ہے کہ انسان کے تمام اندرونی اور بیرونی افعال پر ابھی غور نہیں کیا گیا، یہ درست ہے کہ باہر کی چیزوں کے حساب سے انسان اُن پر صرف صنعتی عمل

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ہی کر سکتا ہے، قوانین فطرت کو جان کر ان کی صلاحیتوں کو کھول سکتا ہے مثلاً وہ پتھر پیدا تو نہیں کر سکتا لیکن پتھر میں مورت یا صورت بننے کی جو صلاحیت ہے اسے پتھر اور لوہے کے قوانین جاننے کے بعد ظاہر کر سکتا ہے۔

یہ تو باہر کا حال ہے (اور اسی لحاظ سے میں نے پہلے وہ بات کہی تھی) مگر اَب اس کے اندرونی افعال پر غور کرو، انسان جب عالمِ خیال میں عمل کرتا ہے اس وقت سوچو کہ وہ کیا کرتا ہے؟ دیکھو، نہ اینٹ ہوتی ہے نہ چونا نہ پتھر ہوتے ہیں نہ اور کچھ لیکن آدمی چاہتا ہے کہ میں مثلاً چار مینار[1] کو (ذہن کی دنیا میں) پیدا کروں، ارادہ کرتا ہے اور چار مینار کو اپنے سامنے کھڑا پاتا ہے، اور اسی طرح اپنے عِلم میں بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر قسم کی چیزوں کو وہ پیدا کرتا ہے۔

احمقوں کا ایک گروہ ہے جو خیال کرتا ہے کہ دیکھنے کے بعد مثلاً چار مینار کا عکس ہمارے دماغ میں چھپ جاتا ہے اور جب ہم التفات کرتے ہیں تو وہی عکس ہمارے سامنے آجاتا ہے لیکن کاش وہ سوچتا کہ اگر چار مینار کا عکس ہمارے دماغ میں اُترتا ہے تو انسانی بھیجے کی تشریح و تحلیل سے یہ عکس اس

---

[1] یہ حیدرآباد کی ایک مشہور تاریخی عمارت کا نام ہے اس کی تاریخیت ہی کا یہ اثر ہے کہ سلطنت آصفیہ کے طلائی و نقروی سکوں پر اسی عمارت کی تصویر طبع ہوتی ہے، طلباء جامعہ عثمانیہ قدرتاً اس عمارت سے مانوس ہیں، اسی لئے درس میں تفہیم کیلئے اسی عمارت کا انتخاب کیا گیا عام ناظرین بجائے چار مینار کے کسی اور عمارت یا چیز کو فرض کر سکتے ہیں۔ لامشاحۃ فی الامثال۔ ۱۲ منہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سے کیوں برآمد نہیں ہوتا؟ اگر واقعی دماغ میں تصویروں کے چھپنے کا سلسلہ جاری ہے تو ایک کھوپڑی کے توڑنے کے بعد یہ چاہیئے کہ تصویروں کا ایک انبار ہمارے دماغوں سے اُبل پڑے، حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے اور یہی نہیں، انطباع کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ ایک پلیٹ یا ایک چیز پر جب کسی چیز کی تصویر چھپ چکتی ہے تو پھر اسی پلیٹ پر اگر دوسری تصویر چھپے گی تو دونوں تصویروں کے باہمی اختلاط سے دونوں ہی کی اصل حقیقت بگڑ جائے گی، حالانکہ عالمِ خیال (یا علمی عالم) میں ہر ایک چیز دوسری سے ممتاز اور اپنی اصلی حالت میں محسوس کی جاتی ہے، یہ عجیب لوگ ہیں اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ ہم قوۃ تخیّل سے جب چار مینار کو اپنے ذہن میں پیدا کر لیتے ہیں تو وہ اپنی وسعت کے لحاظ سے سیکڑوں گز کی لمبی چوڑی عمارت ہوتی ہے پھر کیا چند انچ کے دماغ میں اتنی لمبی چوڑی وسیع وکشادہ عمارت سما سکتی ہے۔

پس واقعہ یہ ہے کہ چیزوں کے چھپنے اور انطباع کا قانون قطعاً ایک بازاری اور عامیانہ خیال ہے بلکہ صحیح بات وہی ہے جیسا کہ فلاسفۂ اسلام اور صوفیہ[۱] کا نظریہ ہے کہ انسان کو جب کسی چیز کا علم حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے، تو اس علمی اثر کے بعد انسان میں اُس کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنی معلوم کی ہوئی شئے کو

---

[۱] شیخ اکبر اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں۔ بالوھم یخلق کل انسان فی قوۃ خیالہ مالا وجود لہ الا فیھا وھذا ھو الامر العام، فتوحات مکیہ اسفار اربعہ وغیرہ میں اس مسئلہ کی تفصیلات پڑھیئے۔ ۱۲ منہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی خیالی قوت سے پیدا کرے، اور یہی انسان کا "تخلیقی عمل" ہے۔ تفہیم کے لئے ہم اپنی اصطلاح میں اس تخلیقی قوت کا نام "کُن فیکونی قوت" رکھتے ہیں ولامشاحۃ فی الاصطلاح۔

قرآن کا بیان ہے کہ اس کن فیکونی قوت سے خدا بھی اپنی مخلوقات کو پیدا کرتا ہے، ارشاد ہے۔

"انما أمرہ اذا اراد شیاءً ان (اس کا کام یہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق ارادہ
یقول لہ کُن فیکون"۔ کیا تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے)

اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے خیالی اور علمی یا "کن فیکونی مخلوقات" سے جس قسم کے تعلقات انسان کے ہوتے ہیں قرآنِ پاک نے ان روابط کو خدا اور عالم کے درمیان ثابت کیا ہے، میں ان تعلقات اور نسبتوں میں سے بعضوں کو یہاں درج کرتا ہوں۔

(۱) پہلا تعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم کو بغیر مادّہ کے پیدا کیا ہے جیسا کہ "بدیع السّماوات والارض" کے قرآنی الفاظ کا اقتضاء یہ ہے۔ اسی کی تفسیر حدیث میں ہے کہ "کان اللّٰہ ولم یکن معہ شیٔی" جس کے معنی یہی ہیں کہ آسمان وزمین کچھ نہ تھے اور پھر پیدا ہو گئے۔

حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں خدا کے سوا کچھ نہ تھا یعنی مادہ وغیرہ کچھ نہیں تھا اور پھر خدا نے قوۃ کن سے اس عالم کو پیدا کیا، ٹھیک جس طرح ہمارے خیال یا (علم) میں کچھ نہیں ہوتا ہے پھر محض اپنے ارادۂ کُن سے اپنی معلومات

besturdubooks.wordpress.com
www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کو ہم وجود عطا کرتے ہیں، پس اگر خدا نے بھی ایسا ہی کیا تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

(۲) اسی طرح قرآن کا بیان ہے کہ:-

"وما امرُ الساعة الا کلمح البصر اوھو اقربُ۔" (یعنی موجودہ نظام عالم کی بربادی کے لئے (یا قیام قیامت کے لئے) پلک جھپکانے بلکہ اس سے بھی کم زمانہ کی ضرورت ہے")

ہم بھی جب اپنے خیالی اور علمی مخلوق مثلاً اسی چار مینار کو جسے خیال میں پیدا کرتے ہیں اگر برباد کرنا چاہیں تو اس کے لئے لمح بصر (پلک جھپکانے) سے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں، صرف توجہ کا ہٹا لینا کافی ہے، توجہ ہٹا لینے کے ساتھ ہی ہمارے خیالی مخلوقات معدوم ہو جاتے ہیں اور بغیر کسی مادہ چھوڑنے کے معدوم ہو جاتے ہیں۔"

(۳) ہماری خیالی اور علمی مخلوق مثلاً چار مینار جس طرح پیدا ہونے میں ہمارے ارادہ اور توجہ کی محتاج ہے ٹھیک اسی طرح ہر لحظہ اور ہر لمحہ اپنے قیام و بقا میں بھی ہماری توجہ اور التفات کی دست نگر ہے یہی قرآن کا بھی بیان ہے کہ خدائے تعالیٰ عالم کا صرف خالق ہی نہیں ہے بلکہ قیوم بھی ہے یعنی وہی اسے تھامے ہوئے ہے۔ (یعنی عالم اسی سے قائم ہے)

اگر ادنیٰ التفات اس کی طرف سے ہٹالے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

"اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیّوم لا تاخذہٗ سِنَۃٌ ولا نوم" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے (یعنی مُردہ مادہ نہیں ہے)

قیوم ہے، (یعنی عالم کو تھامے ہوئے ہے، ایسا خالق نہیں ہے جیسا کہ معمار مکان کا یا صانع مصنوع کا، بلکہ وہ خالقِ قیوّم ہے) اُسے نہ غنودگی پکڑتی ہے نہ اونیند چھوتی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو نظامِ عالم قائم نہیں رہ سکتا)۔

خیال میں کسی مخلوق کو پیدا کر کے اگر کوئی اونگھ جائے یا سو جائے تو اس کی یہ پیدا کی ہوئی مخلوق کیا باقی رہ سکتی ہے؟

(۴) اب اس پر غور کیجئے کہ مثلاً زید اپنی "کن فیکونی قوّت" سے عالمِ خیال میں جس وقت چار مینار پیدا کرتا ہے کیا زید چار مینار ہو جاتا ہے' چار مینار زید بن جاتا ہے؟ ہم بالبداہتہ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے[1]۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کو سوچئے کہ اس خیالی اور علمی چار مینار کا وجود زید کے وجود اور ارادہ سے کیا جدا ہے؟ اس کے ہونے کے معنی بجز اس کے اور کیا ہیں کہ اُس کا ارادہ اور اُس کی توجہ اس کی طرف ہے، یہ نہ ہو تو چار مینار کی نہ دیواریں ہوں نہ محراب اور نہ مینار ــــــــ تو اسی طرح

[1] آخر خود غور کرنا چاہیئے کہ اپنے ذہن میں جو کوئی مثلاً گدھے کا تصوّر کرتا ہے کیا اس وقت وہ گدھا بن جاتا ہے۔ یا گدھا وہ ہو جاتا ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ پس خالق قیوّم کے متعلق بھی یہ باور کرنا کہ قیوّمی نسبت کی وجہ سے وہی عالم ہے اور عالم وہی ہے اپنی ہی حماقت ہے تعالی اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سمجھیئے کہ نہ عالم خدا بن گیا ہے نہ خدا عالم بن گیا ہے لیکن عالم کا وجود بجز اللہ کے وجود و ارادہ کے کچھ نہیں ہے۔

(۵) اس پر بھی غور کیجئے کہ آپ جس وقت اپنی خیالی مخلوق کو ذہن میں پیدا کرتے ہیں کیا اپنے آپ کو اس خیالی مخلوق کے کسی فوقانی، تحتانی ظاہری و باطنی حصّہ سے غائب پاتے ہیں؟ غور کیجئے کہ آپ جس طرح اپنے کو اس کی دیواروں کی جڑ کے پاس پاتے ہیں اسی طرح اس کے میناروں پر بھی یقیناً پائیں گے، آپ کو جو نسبت اس کے ظاہر سے ہے اس کے باطن سے بھی وہی نسبت آپ کو ہوگی، قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ خالقِ قیوم، عالم کے اوّل میں بھی ہے اور آخر میں بھی، ظاہر میں بھی ہے، باطن میں بھی۔

ارشاد ہے۔

"ھوالاوّل والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئٍ علیمٌ" (وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے)

کہیں فرمایا جاتا ہے کہ خدا عرش پر ہے، کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ انسان کی رگِ گردن کے پاس بھی ہے، خود ہی غور کیجئے ایک خالق اور اس کی مخلوق میں اس کے سوا اور نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ آخر آپ بھی تو اپنے آپ کو اپنے خیالی چار مینار کے کنگروں پر بھی پاتے ہیں اور اس کی دیوار کی جڑوں کے پاس بھی، پھر اگر اس عالم کا خالق اگر عرش پر بھی ہو اور آپ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہو، تو اس کے سوا اور عقل سوچ ہی کیا سکتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

(۶) اب دیکھئے چار مینار ایک طویل و عریض عمارت ہے آپ اپنے ذہن میں جس وقت اُسے پیدا کرتے ہیں اس کے طول و عرض کے ساتھ پیدا کرتے ہیں، اس لمبائی اور چوڑائی کے باوجود آپ اپنے کو کیا اس کے ذرّہ ذرّہ پر محیط نہیں پاتے لیکن کیا اگر اس ذہنی چار مینار کو آپ دو حصّوں میں تقسیم کر دیں گے تو اس کی تقسیم کی وجہ سے آپ کے بھی دو حِصّے ہو جاتے ہیں ؟ قطعاً نہیں، قرآن بھی یہی کہتا ہے :۔

• واللہ بکل شیئٍ محیط" (اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں)

لیکن اس احاطہ کی وجہ سے خدا کی ذات میں کوئی تقسیم اور تجزّی ہرگز نہیں ہوتی۔

(۷) اسی طرح آپ اپنے ذہنی و علمی چار مینار کے کسی مینار کو توڑ دیجئے یا اس کے کسی حِصّہ میں کوئی گندگی، نجاست وغیرہ مثلاً فرض کیجئے، پھر کیا اس شکست و ریخت اور اس گندگی و نجاست کا اثر آپ پر بھی مرتب ہوتا ہے؟ یقیناً نہیں، پھر اگر قرآن خدا کو عالم کی ہر چیز کے ساتھ، ہر جگہ مانتا ہے لیکن باوجود اس کے عالم کے کسی تغیّر، کسی عیب و نقص کا اثر خدا کی ذات پر نہیں پڑتا تو کیا "کن فیکونی" مخلوقات کے ساتھ خالق کے تعلقات کی یہی نوعیت نہیں ہوتی؟

(۸) آپ جس وقت اپنے ذہن میں کسی پہاڑ یا کسی شہر کو پیدا کرتے ہیں کیا اس ذہنی خیالی یا علمی مخلوق میں کسی دوسرے کے ارادہ سے کوئی چیز اپنی جگہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ہل سکتی ہے۔ غور کیجئے اس کا ہر ذرّہ آپ ہی کی مرضی اور آپ ہی کے ارادہ کا پابند ہے دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

پس مذہب اگر یہی کہتا ہے کہ:۔

"ان یمسسک اللہ بضرٍ فلا کاشف لہٗ اِلّا ھُو وان یردک بخیرٍ فلا رادّ لفضلہٖ"	(" اگر چھوئے اللہ تجھے کسی ضرر کے ساتھ پھر اسے کوئی کھولنے والا نہیں، لیکن وہی، اور وہ اگر ارادہ کرے تیرے ساتھ بھلائی کا کوئی اس کی مہربانی کا پلٹانے والا نہیں")

یعنی اس عالم کے کسی حصّہ میں کوئی واقعہ بھی ہو بغیر ارادہ و اذن حق کے نہیں ہوسکتا اور کسی دوسرے کا تصوّر یا ارادہ یا فعل اس میں قطعاً مؤثر نہیں ہوسکتا تو کیا عقل اس کے سوا کچھ اور بھی سوچ سکتی ہے؟

(۹) آپ جب خیالی چار مینار کو پیدا کرتے ہیں تو جہاں آپ ہوتے ہیں کیا چار مینار بھی وہیں نہیں ہوتا۔ جب ایسا ہے تو خدا نے جب عالم کو پیدا کیا اور خدا اس کا خالق اور وہ اس کا مخلوق ہے تو اُس کے بعد یہ سوال کتنا بے معنی ہو جاتا ہے کہ عالم کہاں ہے اور خدا کہاں ہے؟

یہ سچ ہے کہ ایک ہی نوعیت یا ایک ہی ظرف کے دو وجود یعنی دو مخلوق یا اگر دو خالق فرض کئے جاسکتے ہوں تو ایسے دو ہم ظرف[لہ] و ہم مثل

لہ عموماً موجودات کی تقسیم یوں کی جاتی ہے کہ ان کا وجود انسانی ارادہ اور خیال کا اگر تابع ہے مثلاً ذہنی اور خیالی مخلوقات کا جو حال ہے ان ہی کا نام موجودات ذہنیہ رکھا جاتا ہے سمجھا جاتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

وجودوں کی ایک ہی فضا یا ایک ہی مکان میں گنجائش ناقابلِ تصوّر ہے۔ لیکن دو ہستیوں میں ایک خالق اور دوسری مخلوق ہو تو ایسی حالت میں مخلوق کے پائے جانے کے لئے خالق کا علم وارادہ اور اس کی توجّہ ہی کافی ہوتی ہے۔ جب قرآن میں فرمایا گیا کہ

"ھو معکم اینما کنتم"

تو لوگوں کو تعجب ہوا کہ جہاں ہم ہوتے ہیں، وہیں خدا کس طرح ہو سکتا ہے لیکن لوگ اپنے مخلوقات کے متعلق نہیں سوچتے کہ جہاں وہ ہوتے ہیں وہاں ان کے مخلوقات اُن سے باہر ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ اگر آدمی اپنے ذہنی مخلوقات کے متعلق غور کرے تو کیا اپنے آپ کو اُن کے نیچے یا اوپر

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان کے وجود کا ظرف انسان کا ذہن ہے لیکن انسانی ارادہ اور خیال کا تابع اگر ان کا وجود نہ ہو، بلکہ حق تعالیٰ کے تخلیقی ارادہ اور ایجادی قیومیت کے ساتھ ان کا وجود وابستہ ہو، تو ان ہی کو خارجی موجودات کے نام سے موسوم کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کے تحقق اور یافت کا مقام وظرف خارجی ہے، یعنی انسانی ذہن وخیال سے ان کا وجود خارج ہے، ان ذہنی اور خارجی موجودات کے سوا ایک وجود حق تعالیٰ کا ہے جو ظاہر ہے کہ خود بخود ہے اور حق تعالیٰ کے تخلیق ارادہ کا تابع نہیں ہے، لیکن عام ارباب فکر اس تیسری قسم سے غافل ہو کر وجود کو صرف دو ہی قسموں خارجی وذہنی میں منحصر سمجھتے ہیں اسی لئے خالق اور مخلوق کے وجود میں نوعیت اور ظرف ومقام کے لحاظ سے ان کو کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ گویا دو مخلوق وجودوں میں جو تعلق ہوتا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ یہی تعلق خالق ومخلوق کے وجود میں بھی ہے، یہی بے تمیزی لغزش اور مغالطہ کا مقام ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

یا کسی اور سمت میں پاتا ہے؟ یقیناً خالق و مخلوق میں کوئی ایسی سمتی نسبت نہیں پیدا ہوتی پھر کیا ہوا اگر قرآن میں اعلان کیا گیا کہ

"اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ"

یعنی "جدھر تم رُخ کروگے وہیں خدا ہے"

سوچنا چاہیئے کہ آخر اس کے سوا اور کیا کہا جاتا؟

الحاصل خدا نے عالم کو کس طرح پیدا کیا؟ وہ عالم کو کس طرح محیط ہے؟ وہ ہر چیز کے ساتھ کس طرح ہے؟ عالم کے ہر ذرہ کی حرکت و سکون حق کے ارادہ کے ساتھ کس طرح وابستہ ہے؟ وہ اپنی مخلوقات کے ظاہر و باطن میں کس طرح پایا جاتا ہے؟ ان سارے سوالات کا حل بجائے باہر کے اگر آدمی سوچے تو خود اپنے اندر پاسکتا ہے، اور یہی مطلب ہے اس فقرہ کا کہ "عالم کا وجود بجز وجود حق کے اور کچھ نہیں"۔ صحیح حدیث میں

"الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل"

(ہاں! ہر چیز اللہ کے سوا ہیچ ہے)

کے مصرعہ کی توثیق فرمائی گئی ہے۔ لیکن بایں ہمہ نہ خدا عالم بنا ہے نہ عالم خدا بن گیا ہے، اور آپ نے دیکھا کہ خالق و مخلوق کی باہمی نسبتوں پر غور کرنے کے بعد فطرتِ انسانی اس اسلامی اور قرآنی بیان کے سوا کسی اور راہ سے کیا تسلّی پا سکتی ہے؟ اسی مسئلہ کو "مسئلہ قومیّت" کہتے ہیں۔ عارف جب اثر و موثر خالق و مخلوق میں ان نسبتوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو چیخ اُٹھتا ہے ؎

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست
خیالِ آب و گل در رہ بہانہ

(العارف الشیرازی)

یعنی آب و گل، خدا کا خیالی یا تخلیقی عمل ہے۔ مغربی نے اور واضح لفظوں میں تشریح کی ہے، ان کی اسی غزل کا ایک شعر یہ بھی ہے جس کے مطلع کا ذکر پہلے آچکا ہے فرماتے ہیں :۔

خیال بازئ او بیں کہ پردۂ او خیال
فگندہ بر رُخ خود تا خیال او بینی

ربوبیت ایسا خالق قیوم اگر اپنی مخلوقات کو دفعتہً نہیں بلکہ آہستہ آہستہ پیدا کرتا ہو، مثلاً دفعتہً درخت کو نہ پیدا کرے بلکہ تجریدی طور پر مثلاً تخم سے درخت بنائے اور درختوں میں پھل لگائے تو اب وہ علاوہ قیوم کے رب بھی ہے۔ ایسی صورت میں مخلوقات صرف باقی رہنے ہی میں خالق کی محتاج نہیں رہتی ہیں بلکہ اپنے کمال تک پہنچنے میں بھی ہر آن و ہر لحظہ مسلسل ارادۂ کن اور فیض تخلیقی کی انھیں ضرورت ہوتی ہے اور اسی تدریجی تخلیق کی وجہ سے اُس شے کا تخیل یا توہم ہوتا ہے جسے ہم "زمانہ" کہتے ہیں جس کے متعلق فلسفیوں کو اب تک نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کیا ہے اور کس حاسہ کے معلومات سے اس کا تعلق ہے؟ مسئلۂ ربوبیت پر غور کرنے کے بعد اس کا سمجھنا بالکل آسان ہوجاتا ہے[۱]۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

راست قیّومی تخلیق معجزہ ہے اور بواسطہ ربوبیّت کو "قانونِ فطرت" کہتے ہیں۔

اور یہی قیّومی تخلیق جب ربوبیت کی شکل میں ظہور پذیر ہوتی ہے تو اس کا نام "قانونِ فطرت" رکھ دیا جاتا ہے، پھر چونکہ اس عالم میں عموماً تخلیق کا عام طریقہ "قانون ربوبیت کے زیرِ اثر انجام پا رہا ہے اس لئے "صرف قیّومی تخلیق" کے سمجھنے سے لوگ گھبراتے ہیں، مثلاً اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ لکڑی کیمیائی عمل کے بعد مٹی ہوگئی اور مٹی گیہوں اور گیہوں روٹی، پھر روٹی مرغی کا بچّہ بن کر سانپ کی غذا بنی اور راس میں سانپ کا نطفہ بن کر بالآخر وہی لکڑی سانپ کی صورت میں لہرانے لگی، تو عوام الناس کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی لیکن اسی سلسلہ کو ربوبیت کی تدریجی منزلوں سے ہٹا کر اگر یوں کہہ دیا جائے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ہاتھ کی لکڑی سانپ بن گئی تو بازاریوں

لہ زبان کا مسئلہ فلسفہ کے مہمات میں شمار کیا جاتا ہے، قدیم و جدید دونوں فلسفوں میں زمانہ اور ظاہم کا مسئلہ "جذرِ اصم" بنا ہوا ہے۔ ارسطو کا مشہور قول ہے کہ زمانہ کا شمار ان چیزوں میں ہے جو بدیہی الانیتہ اور عزیق فی النظریتہ ہیں سب ہی جمعہ، جمعرات، دن، رات، صبح شام اور ماہ وسال کو جانتے ہیں لیکن جس چیز کی تعبیر ان الفاظ سے کی جاتی ہے اس کا علم آدمی کو کس حاسہ سے ہو رہا ہے؟ عجب سوال ہے، ظاہر ہے کہ جمعہ کو نہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے نہ کانوں سے سُنا جاتا ہے نہ ناک سے سونگھا جاتا ہے نہ ہاتھ سے چھوا جاتا ہے مگر باوجود اس کے سب جانتے ہیں کہ جمعہ کو ہم جان رہے ہیں۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

میں کھلبلی مچ جاتی ہے، اور "ناممکن" "ہو نہیں سکتا" کا شور افلاک تک پہنچ جاتا ہے، حالانکہ ان دونوں شکلوں میں بجز ربوبیت اور قیومیت کے اور کوئی فرق نہیں بلکہ انسان اپنے "تخلیقی کارناموں پر" اگر غور کرے تو اسے نظر آئے گا کہ قیومی تخلیق، ربوبی تخلیق سے بدرجہا آسان اور سہل ہے، قیومی تخلیق خالق کی صرف معمولی توجہ اور التفات کی دست نگر ہے، بخلاف ربوبی تخلیق کے کہ اس میں کامل توجہ مسلسل اور غیر منقطع التفاتِ تام کی حاجت ہے۔ حیرت ہے کہ ربوبی تخلیق پر ہم جس ذات کو بدرجۂ اتم قادر اور مقتدر دیکھ رہے ہیں جب اسی کی طرف کبھی کبھی قیومی تخلیق کی نسبت کی جاتی ہے تو نافہم اس کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک ذیلی بات تھی لیکن ضروری تھی اس لئے ضمناً یہاں اس کا ذکر کر دیا گیا۔

چند اور ذیلی سوالات کے جوابات

اب میں چاہتا ہوں کہ مسئلۂ قیومیت و ربوبیت کو ختم کرنے سے پہلے چند اور ایسے ذیلی سوالات کو بھی جو یہاں پیدا ہوتے ہیں حل کر دیا جائے۔

(پہلا سوال)

(۱) ہمارے ذہنی مخلوقات کا وجود تو فقط ذہنی ہوتا ہے، ان کا اثر نہ ہمارے حواس پر پڑتا ہے نہ دوسرے اس کو محسوس کر سکتے ہیں بخلاف خدائی مخلوقات کے کہ ان کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

(جواب)

مگر ظاہر ہے کہ ہماری "تخلیقی قوت" اتنی زوردار نہیں ہوسکتی یا نہیں ہے جتنی خالقِ عالم کی ہے، اسی لئے اگر ہمارے ذہنی مخلوقات بیرونی وجود نہ حاصل کرسکیں تو یہ ہماری تخلیقی قوت کے ضعف کا نتیجہ ہے۔ اور یہ ضعف اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہم عام طور پر کسی خیالی مخلوق پر چند سیکنڈ سے زیادہ اپنی توجہ کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ لیکن وہ جو دیر تک کسی ایک نقطہ پر توجہ کو مرتکز کرنے کی مشق بہم پہنچا لیتے ہیں آپ کو معلوم ہوگا کہ بتدریج اُن کے ذہنی مخلوقات بھی خارجی وجود کا بھیس بدلنے لگتے ہیں، حتیٰ کہ دوسروں کو بھی اس کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے، مثلاً عموماً مسمریزم کی جو لوگ مشق کرتے ہیں وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے خیالی تصورات کا عکس دوسروں کے حواس پر بھی ڈال دیتے ہیں اور جو ان سے بھی قوی تر ہوتے ہیں وہ کچھ دیر کے لئے نہیں بلکہ اس سے زیادہ مستقل ٹھوس اور نمایاں قسم کے کام انجام دینے لگتے ہیں[1]۔

---

[1] شیخ اکبرؒ فصوص الحکم میں لکھتے ہیں: "العارف یخلق بھمتہ ما یکون لہ وجود من خارج محل الھمۃ ولکن لاتزال الھمۃ تحفظہ ولا یؤدہ حفظہ ای حفظ ما خلقتہ ومتی طرأ علی العارف غفلۃ عن حفظ ما خلق عدم ذالک المخلوق ص۶۹ یعنی عارف اپنی ہمت سے ایسی چیز بنا دیتا ہے جس کا وجود خارج میں ہوتا ہے یعنی خارجی آثار اس پر مرتب ہوتے ہیں پھر عارف کی ہمت اور ارادہ اس مخلوق کی نگرانی کرتا رہتا ہے لیکن اس نگرانی سے تھکتا نہیں مگر عارف کو اگر اس کی جانب سے غفلت ہو جائے تو اس کی وہ "مخلوق" معدوم ہو جائے گی۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

اس سلسلہ میں اس بیماری کا ذکر اس مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی پیدا کر سکتا ہے جسے اطباء کابوس کہتے ہیں اور عموماً عنفوانِ شباب میں بعض آدمی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس بیماری میں اضطراری طور پر انسان کی تخلیقی قوت اور اس کی توجہ ایک نقطہ پر نیند میں ٹھیر جاتی ہے جس کے بعد آدمی بے چین ہو کر بیدار ہو جاتا ہے لیکن توجہ میں پھر بھی انتشار نہیں پیدا ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی خیالی مخلوق جسے سونے والے کے "کن فیکونی ارادہ" نے نیند میں پیدا کیا تھا اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے، اگرچہ دوسرے لوگ جو اس بیمار کے پاس ہوں وہ کچھ نہیں جانتے، کچھ نہیں دیکھتے لیکن خود یہ بیمار نہایت صفائی کے ساتھ اپنی اس "خیالی مخلوق" کے رنگ اور مقدار کو دیکھتا ہے وزن کو محسوس، اور چلا اُٹھتا ہے کہ کوئی بھوت پریت اس کے سامنے ہے؛ حالانکہ وہ خود اس کی "خیالی مخلوق" ہے، اس قسم کے لوگوں کو بعض دفعہ ویرانوں اور جنگلوں میں بحالتِ بیداری بھی اسی طرح کا دَورہ پڑ جاتا ہے اور یہ اپنے پیدا کئے ہوئے اس بھُوت سے خود ہی بھاگتے ہیں۔

(دوسرا سوال)

اس سلسلہ کا دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ پیدائش سے پیشتر خدا کو عالم کا علم کس طرح ہوا تھا کہ کن فیکونی قوّت سے اس کی تخلیق پر وہ قادر رہا؟ کیونکہ جو چیز موجود نہ ہو اس کے معلوم ہونے کی کوئی نظیر ہمارے سامنے نہیں ہے؟

(جواب)

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ظاہر ہے کہ اس سوال کی بنیاد حق تعالیٰ کے علمِ ازلی کے انکار پر مبنی ہے جس میں قادرِ ذوالجلال کو کمزورِ انسان پر قیاس کیا گیا ہے، گویا جس طرح انسان کسی چیز کو اس کے موجود ہونے سے پیشتر نہیں جان سکتا، سمجھا گیا ہے کہ یہی حال خدا کا بھی ہے، حالانکہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چیونٹی جس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتی اس پر قیاس کر کے ہاتھی کے لئے بھی اس بوجھ کا اٹھانا ناممکن بتلایا جائے نیز یہ کلیّہ بھی صحیح نہیں کہ کسی چیز کا معلوم ہونا، اُس کے موجود ہونے پر موقوف ہے، ہم بہت سی ایسی چیزیں سوچتے ہیں اور سوچ سکتے ہیں جن کو کبھی نہیں دیکھا، مثلاً جزو کو دیکھ کر کل کے متعلق سوچتے ہیں، موجودہ عالم کو معدوم فرض کرسکتے ہیں حالانکہ عالم کو جب ہم نے دیکھا موجود ہی دیکھا ہے، پس جس طرح ہم موجود کو معدوم خیال کرسکتے ہیں کیا ہوا اگر خدا نے بھی معدوم عالم کو موجود فرض کرلیا۔

اور تو یہ اجمالی جواب تھا، مسئلہ کی صحیح تحقیق کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ جس چیز کو ہم عالم یا کائنات کہتے ہیں خود اس کی حقیقت کیا ہے؟ سنا ہوگا کہ قدیم سطحی فلسفیوں نے تمام چیزوں کی آخری حقیقت خاک[۱] و باد[۲]، آب[۳] و آتش[۴] قرار دی تھی، پھر اس خیال میں ترمیم ہوئی اور انشی تراسی[۸۳] کیمیائی بسائط کا نظریہ قائم کیا گیا اور اب کہا جاتا ہے کہ تمام کائنات کی آخری تحلیل برق پاروں پر ختم ہوتی ہے، اور بعضوں نے تو اب اس کا بھی اعلان کیا ہے کہ یہاں جو کچھ ہے صرف انرجی اور توانائی کی مختلف شکلیں ہیں ـــــ بہرحال حقیقتِ عالم کے متعلق یہاں تک سائنس والوں کی پرواز ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

نیز آپ کو یاد ہوگا ابتدائے درس میں میں نے فلسفیوں کے اس گروہ کا ذکر کیا تھا جو سارے عالم کو چند گنے گنائے اوصاف پر ختم کردیتے ہیں، اُن کو نارنگی میں زردی، ترشی، طول و عرض وغیرہ چند صفات کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا، وہ شجر و حجر، ثوابت و سیارات، شمس و قمر سب کو صرف رنگ و روشنی کے مختلف مظاہر سمجھتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ان دو صفتوں یعنی رنگ و روشنی کو عالم سے سلب کرلو تو پھر آنکھ کے لئے یہاں کچھ بھی نہیں رہتا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ رنگ بھی بالآخر روشنی ہی کے چند بھیسوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

الغرض کثرت کی اُن گوناگوں اور لامحدود موجوں کو جن کا دوسرا نام کائنات یا عالم ہے، وحدت کے سمندر میں گم ہوتے ہوئے وہ بھی پاتے ہیں جنہوں نے واقعہ یہ ہے کہ اَب تک کچھ نہیں پایا ہے، لیکن جس شخص کی پہلی یافت "الحمد للہ رب العالمین" کی ہو اور جو اس حقیقت کو سمجھ چکا ہو کہ اس عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اصلاً نہ تھی، بلکہ یہاں ساری "نمود" "بود" ہی کی ہے اور اس عالم میں جہاں کہیں جو کمال جو صفت جس شان جس شکل میں بھی نظر آتی ہے وہ اس کا ذاتی کمال یا صفت نہیں بلکہ سب رب العالمین کے شئون و صفات و کمالات و حسنات کی مختلف شانیں ہیں جو مختلف مدارج کے لحاظ سے مختلف پیمانوں پر نمایاں ہورہی ہیں، پس جس نے اس حقیقت کو پالیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ عالم کی پیدائش کے لئے عالم کے جاننے کی ضرورت نہیں بلکہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات و صفات کا جاننا اور اُن کا علم بس یہی کافی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ یہی کمالات وشئون وصفات دراصل عالم کی حقیقتیں ہیں۔ الغرض ظاہر ہے کہ ازل میں خدا تھا اور خدا کے ساتھ اس کے لامحدود کمالات وصفات تھے، وہ ان تمام چیزوں (ذات وصفات) کا عالم تھا۔ پس اس نے اپنی جن صفات کو جس پیمانے پر جن دوسرے صفات کے ساتھ جس ترتیب کے ساتھ تصوّر کیا[1] اور جب اور جس وقت چاہا اس تصوّر کو کن فیکونی قوّت سے خلق اور آفرینش کا رنگ دے کر ظاہر فرمایا، تو اس کے لئے خدا کا خود اپنی ذات و صفات کا علم یقیناً کافی ہے گویا بقول عراقیؒ باہر سے نہیں بلکہ پیدائشِ عالم کے لئے۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشمِ مست ساقی وام کردند

یعنی خود ساقی کی چشمِ مست سے وام وقرض لیا گیا۔

قرآن نے اسی مسئلہ کی طرف اپنی مشہور آیتہ

---

[1] اسماء وصفات کی باہمی ترکیبوں سے لاتعداد ولاتحصیٰ جو صورتیں علم الٰہی میں پیدا ہوئیں ان ہی کا نام اعیانِ ثابتہ، اسماء کونیہ وغیرہ ہے، کن فیکونی قوت کے زیرِ اثر آنے سے پہلے اجمال وتفصیل کے حساب سے علمِ الٰہی کی ان صورتوں کے جو مراتب فرض کئے جا سکتے ہیں ان ہی کی تعبیرِ علمی تصوّف میں احدیت، وحدیت، واحدیت وغیرہ اصطلاحی الفاظ سے کی جاتی ہے لیکن ان اصطلاحات سے واقعات کے سلجھانے میں بظاہر کوئی مدد نہیں ملتی اس لئے میں نے ان غیر ضروری تفصیلات کا ذکر بھی غیر ضروری خیال کیا۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

"اللہ نور السمٰوات والارض"

میں اشارہ کیا ہے، نیز مشہور حدیث ہے:۔

"کنتُ کنزاً مخفیاً فاجببتُ ان اعرفَ فخلقتُ الخلقَ"۔

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ جانا جاؤں، تو پیدا کیا میں نے مخلوقات کو)۔

مطلب یہ ہے کہ اسماء حسنیٰ جس قدوس اور سبوح کے ساتھ مخصوص ہیں اور جس کے کمالات یا کلمات کے لکھنے کے لئے نہ سمندر کا پانی اور نہ دنیا کے درخت کافی ہو سکتے ہیں، اور جس کے متعلق خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا "لا اُحصی ثناءً علیکَ اَنتَ کما اثنیتَ علی نفسکَ"۔

"(تیری خوبیوں کو میں تو گن نہیں سکتا، بس تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے متعلق فرمایا")

پس اسی حی و قیوم نے اپنے غیر محدود اسماء اور بے شمار صفات کو جب اپنا غیر فرض کیا تو اسی کا نام عالم ہو گیا، اگرچہ حق تعالیٰ مثل سے پاک ہے لیکن صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے یہ مثال دی جا سکتی ہے کہ جس طرح کبھی کبھی شاعر اپنی بینائی کو نرگس میں، گویائی کو سوسن میں، شنوائی کو غنچہ میں، حسرت و درد کو لالہ میں، اپنے استقلال کو ساحل میں اور بے چینی کو دریا میں فرض کرتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی تنہائی میں خود اپنی ذات کو اپنا غیر اعتبار کے گھنٹوں اس سے سوال وجواب بھی کیا کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ذات وصفات کے متعلق اس عمل کرنے سے ہماری ذات یا صفت میں کوئی عیب یا نقص نہیں پیدا ہو جاتا، مثلاً اگر ہم کسی میں اپنی صفت بینائی فرض کریں تو اس فرض کی وجہ سے میری بینائی میں تو کوئی کمی پیدا نہیں ہو جاتی، پھر اگر غیر محدود اسماء وشیون، صفات وکمالات والے نے مختلف مدارج کے لحاظ سے اُن کو اپنا غیر فرض کیا تو اُس سے ذاتِ حق کی طرف کیا نقص عائد ہوتا ہے کیا اس میں کیا کمی پیدا ہوتی ہے؟ البتہ اتنا فرق ضرور ہی کہ ہماری ارادی قوت اور کن فیکونی طاقت چونکہ کمزور ہوتی ہے اس لئے ہمارے مفروضات صرف مفروضات بن کر رہ جاتے ہیں اور اُن سے واقعی آثار کا ظہور نہیں ہوتا مثلاً ہم آگ کو اپنے ذہن میں پیدا کر لیتے ہیں لیکن اس سے سوزش اور روشنی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے بخلاف حق تعالیٰ کے کہ اپنی جس صفت جس کمال کے جس درجہ کو جس جگہ جس مقدار میں فرض فرماتے ہیں اسی حد تک ان کا یہ فرض خلق اور آفرینش بن جاتا ہے مثلاً جس میں اپنی صفتِ حیات جس مقدار میں فرض کرتے ہیں وہ اسی حد تک زندہ ہو جاتی ہے، اور جس میں علم فرض کرتے ہیں اس میں علم پیدا ہو جاتا ہے۔ ——

الیٰ غیر ذلک۔ بہر حال ان کے مفروضات، مخلوقات بن جاتے ہیں، اور ان سے واقعی آثار کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

الحاصل "عالم کو خدا نے کس طرح پیدا کیا؟" اس کا جواب تو مسئلہ قیومیت تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

(تیسرا سوال)

خدا نے عالم کو کس چیز سے پیدا کیا؟

(جواب)

اب ایک اور دوسرا مستقل سوال ہے کہ خدا نے عالم کو کس چیز سے پیدا کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اِس کثرت کی بنیاد اُن غیر متناہی اسماء حسنیٰ اور بے شمار کلمات پر قائم ہے جو ہر لحظہ و ہر آن "کل یوم ھو فی شأن" کے سرچشمۂ جلال سی اُبل رہے ہیں، بقول جامی ؎

زاں سایہ کہ افگندی بر خاک گہ جلوہ
دارند ہمہ خوباں سرمایۂ زیبائی

اسی کی طرف مغربی نے بھی اشارہ کیا ہے ؎

زِ دریا موج گوناگوں بر آمد — زبے چونی برنگ چوں بر آمد
گہے در کسوتِ لیلی فرو شد — گہے در صورتِ مجنوں بر آمد

رہ گئی یہ بات کہ عالمِ کثرت کی کون سی چیز حق تعالیٰ کی کس صفت اور کس اسم کی آئینہ بردار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا بتانا آسان نہیں ہے، کامل طور پر اس کا علم اسی کو ہو سکتا ہے جو اسماء حسنیٰ میں سے ہر اسم کے ہر درجہ کا علم رکھتا ہو اور اسی طرح عالم کی بھی ہر چیز کی آخری حقیقت کی معرفت بھی اسے حاصل ہوئی ہو ——— میں بتا چکا ہوں کہ علم و معرفت کا یہ وہ مقام ہے کہ جہاں انسانیت کی آخری رسائی[1] نے بھی

---

[1] یعنی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

"ما عَرَفناكَ حقَّ معرفتك"

کا اقرار کیا ہے:۔

"تا بہ دیگراں چہ رسد"

ایک عامی انسان کی لذّت پذیری کے لئے معرفت کی یہ اجمالی روشنی بھی

دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست

دِل سراپردۂ محبّت اوست

کا حال پیدا کرنے کے لئے کافی ہے، تفصیلی طور پر سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن حواس ظاہری یا باطنی سب پر

ہر جا کہ نظر کردم سیمائے تو می بینم

کی خنک اور شیریں موجیں ٹکراتی رہتی ہیں[1] اور قرآن کی تعلیم کا سب سے پہلا ابتدائی

---

[1] حقیقت تو یہ ہے کہ جب تحلیل و تجزیہ کے بعد عالم کی تعمیر کا آخری سرمایہ صرف صفات و اسمائے حق ٹھیرتے ہیں پھر ان ہی کی باہمی ترکیب سے جو مختلف صورتیں علم الٰہی میں مرتب ہوئیں حق تعالیٰ اپنے ان ہی معلومات کی شکل میں متجلّی ہوا ہے، مظاہر تو حقائق عالم ہیں لیکن ظاہر اس میں خود ذاتِ حق ہے علی الخصوص جب خالق کسی شعوری مخلوق کی شکل میں ظاہر ہو اور اسے اپنا کن فیکونی مخلوق بنائے تو ایسی مخلوق کے شعور سے عالم کا علم جدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے صوفیہ کے نزدیک حق کی یافت کی قریب ترین شکل یہ ہے کہ اپنے "انا" میں ان کے شعور کو بیدار رکھا جائے۔ اجمالاً اس کا شعور اگرچہ ہر عامی کو ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ کو مخاطب کرنے کے لئے اپنی شعوری توجہ کو ہر شخص کافی سمجھتا ہے لیکن صوفیہ اسی اجمال کی تفصیل کی مشق کرا کے دوامِ حضور کے مقام پر مرید کو پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سرا "الحمد للہ رب العالمین" جو بہتوں کے لئے تقلیدی معرفت کی حیثیت رکھتا ہے، مگر جاننے والوں کے لئے، حقیقت کے آغاز کا ابتدائی نقطہ یہی ہے جس نے یہ پا لیا وہ انشاء اللہ آخر تک پاتا چلا جائے گا۔ لیکن جسے الفاظ کے علاوہ قرآن کی اس اساسی وافتتاحی تعلیم میں معنی کا کوئی حصہ نہ ملا، مشکل سے آئندہ بھی اُسے کوئی ایسی چیز مل سکے گی جس کا ملنا دراصل ملنا ہے، بہرحال بجائے تفصیل کے اس مسئلہ میں ہمارے لئے اجمال بھی بہت کچھ ہے، تاہم اس اجمال کے باوجود صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کی دو کلی شکلوں کی طرف قرآن میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ صوفیہ اسلام کی اصطلاح میں اسی کی تعبیر آفاق وانفس سے کی جاتی ہے۔

آفاق وانفس

درحقیقت ان دونوں اصطلاحوں کا ماخذ بھی قرآن ہی کی وہ مشہور آیت ہے جس میں حق تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

(بسلسلہ گذشتہ) انت الاول فلیس قبلک شیٔ وانت الآخر فلیس بعدک شیٔ انت الظاہر فلیس فوقک شیٔ وانت الباطن فلیس دونک شیٔ (یعنی تو ہی پہلے ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں ہے تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں ہے، تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کچھ نہیں ہے تو ہی باطن ہے تیرے آگے کچھ نہیں ہے۔ یا حدیث احفظ اللہ تجدہ تجاھک (یعنی خدا کو یاد رکھو اُسے اپنے سامنے پاؤ گے) وغیرہ میں ان ہی اعتبارات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

(میں اپنے لوگوں کو آفاق اور انفس میں دکھاؤں گا۔ یہاں تک کہ کھل جائے گا ان پر کہ وہی خدا حق اور ثابت ہے۔ کیا تیرے رب کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے، خبردار یہ لوگ اپنے مالک کی ملاقات میں شک کے اندر ہیں۔ خبردار وہ ہر چیز کو محیط ہے)۔

ارباب معرفت نے گذشتہ بالا آیات میں آفاق سے مراد کائنات کا وہ عریض وطویل سلسلہ لیا ہے جو انسان کے باہر ثوابت وسیّارات، نباتات و جمادات، حیوانات وملائکہ اور جن وشیطان وغیرہ کی شکل میں پھیلا ہوا ہے۔

اور انفس سے مراد خود انسان کی حقیقت اور اس کی ذات ہے، قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات اللہ کی تجلّی ان دونوں چیزوں میں دو جداگانہ حیثیتوں سے ہوئی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اسماء حسنیٰ کی ایک تفصیلی جلوہ گاہ وہ ہستی اعظم ہے جسے اصطلاح میں شخصِ کبیر کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ اپنے تمام اسماء وصفات کے مختلف مدارج کے لحاظ سے جلوہ[1] فرما ہوئے ہیں اسی کا نام عالم اور

[1] یہاں تصوّف کی ایک اصطلاح لفظ تجلّی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ عالم کا اپنے معلومات کی شکل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

آفاق ہے اور اسی شخص کبیر کو چھوٹے پیمانے پر بطور خلاصہ کے دوبارہ جب اختیار فرمایا گیا اور اسی کو مجمل و مختصر کر کے ایک اور ہستی نکالی گئی تو اسی کا نام انسان اور انفس ہو گیا ہے۔ اس چھوٹی شخصیت میں وہ سب کچھ ہے جو اس سے باہر ایک ایک چیز میں جدا جدا پایا جاتا ہے اسی بنیاد پر جدید زمانہ ہو یا قدیم ہمیشہ انسان "خلاصۂ کائنات" یا باصطلاحِ حال "ارتقا کی آخری منزل" قرار دیا گیا ہے۔

تصوف کی کتابوں میں اس کی تفصیل مل سکتی ہے کہ کس طرح اس چھوٹے پیمانے میں وہ سب چیزیں اُتر آئی ہیں جو وسیع سے وسیع تر پیمانوں پر عالمِ کبیر میں پائی جاتی ہیں، کم از کم اتنا تو ہر عامی بھی جانتا ہے کہ انسانی وجود اِن تمام خواص و آثار کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جن کے مظاہر عام طور پر جمادات و نباتات اور حیوانات وغیرہ مرکبات ہیں، اسی طرح کون نہیں جانتا کہ انسان سے باہر اگر مٹی ہے، پانی ہے، ہوا ہے، حرارت ہے تو تاریخ کے نامعلوم زمانے سے ہم یہ بھی

(بسلسلہ گذشتہ) ظاہر ہونا، مثلاً جبریئل علیہ السلام کبھی وحیہ کلبی صحابی یا مسافر یا رجل سولی کی شکل میں جو ظاہر ہوتے تھے تو اس کی حقیقت یہی تھی کہ اپنے معلومات کی شکل میں وہ ظاہر ہوتے تھے، آدمی بھی جب اپنے ذہن میں اپنے کسی معلوم کو خیالِ عالم میں پیدا کرتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ معلوم کی شکل میں وہ متجلی ہوا۔ ظاہر ہے کہ عالمِ خیال میں گدھے کا تصور مثلاً قائم کرتا ہے اس وقت وہ گدھا نہیں ہو جاتا بلکہ صرف اسی کا ظہور اپنے ایک معلوم کی شکل میں ہوتا ہے عالم کی مختلف چیزوں کی شکل میں حق کے ظہور اور تجلی کو بھی کچھ اس پر قیاس کیا جاتا ہے۔ ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

جانتے ہیں کہ ہماری جسدی ترکیب میں بھی یہ ساری چیزیں شریک ہیں۔ اور جب یہ ہیں تو جن کیمیائی بسائط سے ان عناصر کی ترکیب ہوئی ہے کیا کوئی اس کا انکار کر سکتا ہے کہ وہ بھی انسانی بدن کے اجزاء نہیں ہیں بلکہ عہدِ جدید کے کیمیائیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جتنے کیمیائی بسائط انسان سے باہر پائے جاتے ہیں، ان کا ایک بڑا حصّہ ہماری جسدی تعمیر میں خرچ ہوا ہے البتہ بعض بسائط کا اب تک ان کو پتہ نہیں چلا ہے لیکن جو معلوم نہیں ہیں کیا ضروری ہے کہ وہ موجود بھی نہ ہوں بہر حال کم از کم ہر شخص اتنا تو ضرور جانتا ہے کہ انسانی وجود ان تمام خواص و آثار کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو عام طور پر حیوانات، جمادات، نباتات وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

الحاصل جمادات ہوں یا معدنیات، نباتات ہوں یا حیوانات بلکہ وہ ساری چیزیں جو جو اس کی گرفت میں آسکتی ہوں کون نہیں جانتا کہ انسانی ہستی (وجود) ان تمام طبقاتِ محسوسہ کے آثار و خواص کی "کتابِ مجمل" اور "نسخۂ جامع" ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ علاج و معالجہ اور طبّی دواؤں کی بنیاد عالمِ صغیر و کبیر کی اسی باہمی مناسبت پر قائم ہے حتیٰ کہ وہ نورانی اجرام جو اس بے کے لامحدود سمندر میں تیر رہے ہیں یا جو اُن کے پیچھے ہیں، گو عوام النّاس کو اس کا علم نہ ہو لیکن جن لوگوں نے انسان کے باطنی قویٰ کو کریدا ہے انھیں اس چھوٹے قالب میں عالمِ انوار کے وہ سارے نظامات منکشف ہوئے ہیں جو اس سے باہر پائے جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

الحاصل صفاتی لحاظ سے جن جن چیزوں کا مظاہرہ آفاق میں ہوا ہے انفس میں کسی نہ کسی طرح وہ سب چیزیں کسی نہ کسی پیمانے میں ضرور پائی جاتی ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک بھی یہی مطلب ہے، قرآن کی اس آیت کا جس میں آدمؑ کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ:۔

"لما خلقت بیدی"

(یعنی میں نے آدمؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے)

بالفاظ دیگر اپنے تمام صفاتِ جلالی وجمالی، سلبی وایجابی کا اُسے مظہر بنایا ہے۔ لیکن یہ صرف صفات کی حد تک بات تھی۔ الحاصل آفاق میں بھی انہی صفات کو فرض کر کے "کن فیکونی" عمل کے زیرِ اثر ایجاد کا رنگ بخشا گیا اور پھر چھوٹی تقطیع پر اس عمل کا ظہور انفس میں بھی ہوا۔

خلافت اب صرف ایک بات رہ گئی کہ اب تک خدا نے اپنے اسماء وصفات کو اپنے سے باہر فرض کیا یا پیدا کیا لیکن خود اپنی ذات کو اپنا غیر فرض کر کے کوئی مخلوق نہیں بنائی، یہی وہ ارادہ تھا جس کا اعلان ملائکہ کے سامنے ازل میں

"اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً"

سے کیا گیا۔ اور یہی ہوا کہ صفات کے اس نسخہ جامعہ میں یا عالم صغیر میں خود اپنے آپ کو اپنا غیر فرض کر کے

"نفخت فیہ من روحی"

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کا اعلان کیا گیا، اور جمادات سے لے کر ملائکہ تک کو اس کے آگے جھکنے کا حکم ہوا، اور اب جا کر پیکرِ آدمِ احسنِ تقویم کے سانچے میں ڈھل کر خدا کا خلیفہ بن کر آیا یہی مطلب ہے اس حدیث کا جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے یعنی

"خَلَقَ اللّٰہُ اٰدمَ علیٰ صورتِہٖ"

(پیدا کیا آدمؑ کو اللہ نے اپنی صورت پر)

پس شخص کبیر یا آفاق کے لئے جس طرح ایک روح یا نقطۂ مرکزی یا انا (خدا) تھا' اور ہے، اسی طرح اس شخص صغیر میں بھی ایک ایسا شعوری نقطہ پیدا ہو گیا جس کو ہر شخص ہم میں سے انا یا میں وغیرہ، الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ جس میں وہ سارے شیون واوصاف ہیں جن پر شعوری یا غیر شعوری طور پر الوہیت کا دھوکا ہوتا ہے اور خدا جانے کتنوں کو ہوا ہے۔

انسانیت کا یہی بلند مقام ہے جس کی بلندی کا اظہار روم کے عارف نے ان لفظوں میں فرمایا۔

منگر بہ ہر گدائے کہ تو خاص از انِ پاکی
مفروش خویش ارزاں کہ تو بس گراں بہائی
بعصا شگاف دریا کہ تو موسیٔ زمانی!
بدر آں قبائے مہ را کہ تو نورِ مصطفائی
بخراش دستِ خوباں کہ تو یوسفِ جمالی
چو مسیح دم فرودم کہ تو نیز از اں ہوائی

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

بصف اندر آئی تنہا کہ سفندیار وقتی
درِ خیبر است برکن تو علیِ مرتضائی

چو خلیل رو در آتش کہ تو خالصی و دلکش
چو خضر بہ آب حیواں کہ تو جوہرِ بقائی

بگسل زبے اصولائی مشنو فریبِ غولاں
کہ تو آں شریفِ اصلی کہ تو از بلند جائی

تو ز نور لایزالی ز درونہ خوش جمالی
تو ز فیضِ ذو الجلالی کہ تو پرتوِ خدائی

تو ہنوز ناپدیدی کہ جمال خود نہ دیدی
سحرے چو آفتابی ز درونِ خود برائی

تو ز خاک سر برآور کہ درخت بس بلندی
تو بہ پیر بکوہِ وحدت کہ شریف تر ہمائی

تو ئی آں دُرے کہ فانی دو ہزار بحر در تست
تو ئی بحر بیکرانہ ز صفاتِ کبریائی

(منقول از دیوان مولانا رومیؒ کہ مشہور بہ دیوان شمس تبریز است)

حقیقتِ محمدیہ

یہی خلافت الٰہیہ ہے جس کا انسان مظہر ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ شیونِ الٰہی اپنے مدارج کے لحاظ سے غیر محدود ہیں اسی طرح خلافت عامہ تو ہر انسان کو حاصل ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

اس کے ساتھ مدارج کے اختلاف نے اس کو بے شمار افراد میں بانٹ دیا ہے تاہم عقل یہ تجویز کرتی ہے کہ خلافت کے درجات کو مکمل ہوتے ہوئے بالآخر ایک ایسی ہستی پر ختم ہونا چاہیئے جو تمام اسماء وصفات اور ذات کا مظہرِ اتم ہو، اور وہی "دُرِّ فرید" نوعِ انسانی کا کامل ترین فرد بلکہ تکوین وتخلیق کا آخری نتیجہ قرار پا سکتا ہے، کائنات کے ارتقائی درجات وطبقات کی رفتار کو دیکھ کر نہ صرف وجدان وبصیرت والے بلکہ عقلی روشنی کے سہارے چلنے والوں نے بھی کبھی کبھی اس فردِ کامل کو انسانیت کی طویل الذیل تاریخ میں تلاش کیا ہے، حتیٰ کہ متاخرین فلاسفہ میں جرمنی کے مشہور مفکر نیٹشے نے تو اپنے سارے فلسفہ کی بنیاد ہی ارتقا کی اسی آخری تقویم یا قالب کی تلاش پر رکھ کر مافوق البشر کا نظریہ قائم کیا، لیکن جس مسئلہ میں عقل سے زیادہ نورِ ایمان کی روشنی درکار ہے وہاں صرف عقلی احتمالات سے کسی یقینی نتیجہ تک پہنچنا مشکل ہے۔

کاش اسے معلوم ہوتا کہ اس سے بہت پہلے آسمانی آواز نے خُلقِ عظیم والے کو عالمین (سارے جہان) کے لئے رحمت بنا کر دنیا میں یہ کہتے ہوئے متعیّن کر دیا ہے کہ وہی کمالاتِ انسانی جو رفتہ رفتہ ارتقاء پا کر نبوّت ورسالت تک پہنچتے ہیں اب نبیوں کے ان ہی کمالات کا خاتم نسلِ آدم میں آ کر سارے اسماء وصفات کے تخلیقی دائرہ کا انتہائی اور آخری نقطہ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کی ذات میں ظاہر ہوگیا، اور یوں عالمین کے رب کی ساری حمد، ساری ستائش سارے کمالات مخلوق بن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر میں مکمل ہوگئے ـــــــ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محمدؐ صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ قدرت کا آخری کام بھی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com